ناولٹ

شاہین سجاد

# اقرار کی راہ

**فسطینہ** ملک اپنی دوستوں کے ساتھ لان میں بیڈمنٹن کھیل رہی تھی۔ چاروں نے نہایت چست لباس پہن رکھا تھا' جو ان کے جسم کو چھپانے میں ناکام تھا۔ ان کے جسم کا ہر ہر عضو نمایاں ہو رہا تھا۔ مگر ان میں سے کسی کو اس کا احساس نہیں تھا۔ احساس دلانے پر ہوتا ہے اور یہاں احساس کس کو تھا جو ان کو ہوتا۔ نام نہاد ماڈرن ازم اور مغرب کی اندھی تقلید نے بہت سے مسلمان گھرانوں کی اصلاحی اقدار کو بری طرح پامال کر دیا تھا۔

ظہیر ملک کے ساتھ اندر آتے **اشمل** ملک نے حیا سے عاری ان لڑکیوں پر ایک ناگوار نظر ڈالی۔ زہر لگتی تھیں اسے یہ لڑکیاں' اپنی کزن **فسطینہ** سمیت۔ اسے تو اپنے تایا' تائی پر حیرت ہوتی جنہوں نے **فسطینہ** کو اتنی آزادی دے رکھی تھی کہ وہ جو چاہے کرے۔ جس طرح کا پہناوا چاہے پہنے۔ جہاں اور جب چاہے آئے جائے۔ کوئی روک ٹوک نہیں' کوئی پابندی نہیں۔ مگر نہیں یہ سب تو ماڈرن ازم کی علامات تھیں۔ خود اس کی تائی اس عمر میں بھی ہر وقت بنی ٹھنی کہیں جانے کو بالکل تیار رہتی تھیں۔ جن کا سوشل سرکل اتنا وسیع تھا کہ ان کا وقت گھر پہ کم ہی گزرتا تھا اور جو لباس کے معاملے میں بیٹی سے دو ہاتھ آگے تھیں۔ ایسی مائیں اولاد کی تربیت کیا خاک کرتیں وہ تاسف سے سوچتا اپنے تایا کے پیچھے سر جھکائے چل رہا تھا۔ لڑکیوں کے گیم میں کچھ دیر کے لیے بریک آگیا تھا۔

"ایک بات ماننے والی ہے **فسی**' تمہارا کزن ہے بہت ہینڈسم۔" عائزہ نے تعریف کی۔

"ارے چھوڑو۔ اس سے زیادہ ہینڈسم اور اسمارٹ کزن ہیں میرے۔ یہ تو ان کے آگے پانی بھرے۔ حسن کے معاملے میں ہم پر اللہ کی خاص عنایت ہے۔" وہ تفاخر سے بولی تو تینوں نے تائید میں سر ہلایا۔

یہ سچ تھا کہ حسن کے معاملے میں **فسطینہ** کا خاندان واقعی مالا مال تھا۔ خود اس کے تینوں بھائی بلا کے خوبرو اور ہینڈسم تھے۔ وہ خود بھی بہت حسین تھی اور یہ **اشمل** ملک' لمبا چوڑا مضبوط مرد گھنے بال' گہری کالی آنکھیں' کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔

"خیر **فسی** ایسے تو نہ کہو۔ یہ **اشمل** ملک بھی بڑی اونچی شے ہیں۔ چھ فٹ ہائیٹ' زبردست باڈی' خوبصورت گہری سیاہ آنکھیں کہ بندہ ڈوب کر رہ جائے۔" فائزہ نے بڑے جذب سے کہا۔ باقی تینوں نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ نچایا۔

"اے اے کہیں تم اس کی محبت میں تو گرفتار نہیں ہو گئیں۔" **فسطینہ** مسخرانہ بولی۔

"ارے مرد بدتمیز۔ کسی خوبصورت بندے کی تعریف کرنے میں بھلا محبت کہاں سے آگئی' تم لوگ بھی نا۔" وہ برا مان گئی۔

"تم اتنی محویت سے تعریف کر رہی تھیں' میں سمجھی کہیں دل وِل ہار گئی ہو۔" **فسطینہ** کا انداز ہنوز تھا۔

"افوہ کیا مصیبت ہے۔ تم تو پیچھے ہی پڑ گئی ہو۔ اچھا بابا میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ **اشمل** ملک ذرا بھی خوبصورت نہیں ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تو تینوں کے قہقہے آزاد ہو گئے۔ فائزہ کچھ دیر تو انہیں گھورتی رہی' پھر وہ بھی ان کی ہنسی میں شامل ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

اشمل ملک، ظہیر ملک کے چھوٹے بھائی حسان ملک کا بیٹا تھا۔ اشمل کے والدین کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ آٹھ سال کا تھا۔ تب ظہیر ملک بھائی اور بھابھی کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے بعد ان کی اکلوتی نشانی کو گھر لے آئے۔ بیگم ظہیر نے البتہ اس کی آمد پر کافی ناک بھوں چڑھائی تھی۔ ظہیر ملک معاشی لحاظ سے بہت مستحکم تھے۔ نائلہ ظہیر ہمیشہ سے اسٹیٹس کانشس تھیں، لہٰذا وہ اپنے سے کم تر رشتہ داروں کو منہ نہیں لگاتی تھیں۔ خود وہ ایک امیر کبیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ظہیر ملک سے انہوں نے لو میرج کی تھی اور آج ان کے نام کی فیکٹری کو چلاتے ہوئے ظہیر ملک اتنا آگے بڑھ آئے تھے کہ آج ملک انڈسٹریز کو بزنس کی دنیا میں ایک نام حاصل تھا۔

ظہیر ملک سے چھوٹے حسان ملک جو ایک کالج میں لیکچرار تھے اور مالی لحاظ سے اپنے بھائی سے بہت پیچھے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بیگم نائلہ ظہیر نے ان سے کبھی بھی ربط رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ظہیر ملک خود بھی کاروبار میں اتنے مصروف ہو چکے تھے کہ شاذونادر ہی بھائی سے ملاقات ہو پاتی۔ تاہم بھائی اور بھابھی کی ناگہانی موت کے بعد جب اشمل اکیلا رہ گیا تھا تو ان کے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ اشمل کو بے سہارا چھوڑ دیں۔ لہٰذا وہ اسے لے کر اپنے گھر چلے آئے۔ بیگم نائلہ کو اشمل ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ مگر انہوں نے شوہر کے سامنے کبھی بھی کھل کر اپنی بے زاری کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ان کے تینوں بیٹوں اسید، اشہد اور حاشر نے کھلے دل سے اشمل کو قبول کر لیا تھا، جبکہ چھوٹی فسطینہ جو ابھی بمشکل تین سال کی تھی وہ کسی شمار میں نہ تھی۔

ظہیر ملک نے اشمل کو اپنے بیٹوں کی طرح پالا۔ اس کی تعلیم کا ایسے ہی خیال رکھا جیسے اپنے بیٹوں کا رکھا تھا۔ اشمل تھا تو چھوٹا، مگر سمجھ دار اور ذہین بہت تھا۔ اس نے کبھی انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ بھی دل لگا کر پڑھائی میں مصروف ہو گیا تھا۔ یوں وہ درجہ بدرجہ آگے بڑھتا گیا۔ فسطینہ جب چھوٹی تھی اسے بہت اچھی لگتی تھی۔ مگر جوں جوں بڑی ہوتی گئی، خود سر اور گستاخ ہوتی گئی۔ پھر اپنی مام کی شہ پر اکثر اس سے بدتمیزی کر جاتی، جسے وہ صبر سے برداشت کرتا۔ فسطینہ کو اسے چڑانے میں بڑا مزا آتا۔ ایک دن تو اس نے حد ہی کر دی۔ اشمل کا فزکس کا ٹیسٹ تھا۔ وہ نوٹس لان میں رکھے ٹیسٹ کی تیاری کر رہا تھا کہ اسے اندر سے آنٹی نے آواز دی۔ وہ نوٹس وہیں چھوڑ کر اندر ان کی بات سننے گیا تو فسطینہ نے اس کے پین کی ساری سیاہی اس کے نوٹس پر گرا دی۔ جب وہ واپس آیا تو اپنے نوٹس کی یہ حالت دیکھ کر ششدر رہ گیا اور ابھی حیرت و صدمے کی کیفیت سے نکلا بھی نہ تھا کہ اس کی نظر ہنستی ہوئی فسطینہ پر پڑی۔ وہ اس کی ساری شرارت سمجھ گیا اور زندگی میں پہلی بار خود پر کنٹرول کھو بیٹھا اور اسے تھپڑ دے مارا۔ اندر سے باہر آتی نائلہ بیگم نے یہ دیکھا تو ان کا خون کھول اٹھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اس کے منہ پر زور سے دو، تین طمانچے دے مارے۔

"احسان فراموش، نمک حرام، ہمارے ٹکڑوں پر پلتا ہے اور ہمیں ہی آنکھیں دکھاتا ہے۔ دکھا دی نا اپنی اوقات۔" انہوں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

اشمل ملک اپنی اس تذلیل پر ساکت رہ گیا اور پھر اپنی کتابیں سمیٹ کر چپ چاپ چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے کبھی بھی فسطینہ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی، نہ وہ آنٹی کے سامنے زیادہ آتا تھا۔

اسید ملک لندن تعلیم حاصل کرنے گئے تو وہیں کے ہو گئے۔ اور پھر وہیں ایک پاکستانی لڑکی سے شادی بھی کر لی۔ فون پر اپنے والدین کو اطلاع کر دی۔ کچھ دن سب کو افسوس رہا اور پھر بھول بھال کر اپنے کام دھندوں میں لگ گئے۔

اشہد نے میڈیکل جوائن کر لی تھی۔ حاشر کا ارادہ بینکنگ کی طرف تھا۔ یوں انکل کے تینوں بیٹوں میں



سے کسی ایک کو بھی بزنس میں انٹرسٹ نہیں تھا۔ اشمل نے دوران تعلیم ہی ان کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اور جب ایم بی اے کر لیا تو باقاعدہ ان کا دست راست بن گیا۔

اب تو اس کا سامنا کم ہی کسی سے ہوتا تھا۔ ویسے ہی وہ اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ تھا۔ تاہم اپنے تایا کے گھر کی آزاد روش اسے کڑھنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ مگر اس سلسلے میں کسی سے کچھ کہنا اپنی شامت بلانے کے مترادف تھا۔ اور اسے اپنی عزت بہت عزیز تھی، سو چپ چاپ دیکھتا رہتا۔

☼ ☼ ☼

فسطینہ کی تینوں فرینڈز آج پھر اس کے گھر ڈیرہ جمائے ہوئے تھیں۔ آج وہ لان کی بجائے فسطینہ کے کمرے میں براجمان تھیں۔ کھانے کے ساتھ باتوں کا تان اسٹاپ دور چل رہا تھا۔

"نیلم تمہارے پر پوزل کا کیا بنا۔" عائزہ کو یاد آیا تو نیلم سے پوچھا، جس کا آج کل بڑا زبردست پر پوزل آیا ہوا تھا۔

"نتھنگ۔ ابھی انڈر ڈسکشن ہے۔" وہ لاپروائی سے بولتی نمکو منہ میں ڈالنے لگی۔

"کیا بات ہے۔ تم لوگ کس بات پہ اتنی سوچ بچار کر رہے ہو۔ میں نے تمہارے کزن کو دیکھا ہوا ہے۔ اچھا خاصا گڈ لکنگ اور اسمارٹ ہے اور پھر فارن کوالیفائیڈ بھی ہے اور برا ڈ مائنڈڈ بھی لگتا ہے۔" فائزہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"پتا نہیں یہ تو مام، ڈیڈ کو پتا ہو گا۔" نیلم کے انداز میں لاپروائی ہنوز تھی۔

"تم کیا کہتی ہو۔" فسطینہ نے پوچھا۔

"بھئی میں کیا کہوں گی۔ میری اپنی تو کوئی چوائس ہے نہیں۔ وکی اچھا لڑکا ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"فسی یار تمہیں تو کم از کم ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" عائزہ نے کہا تو فسطینہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"سادہ سی بات ہے، اتنا ہینڈسم اور ڈیشنگ کزن گھر میں موجود ہے۔ اسے ہی سجن بنا لو۔" عائزہ نے شرارت سے کہا تو فسطینہ نے ایسے منہ بنایا گویا منہ میں کونین آ گئی ہو۔

"جسٹ شٹ اپ یار۔ ابھی میرا اتنا اسٹینڈرلو نہیں ہوا کہ اشمل ملک کو اپنا سجن بنانے کا سوچوں۔ اونہہ مائی فٹ۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"یہ تم اس لیے کہہ رہی ہو نا کہ وہ تمہیں لفٹ نہیں کراتا۔ ورنہ آج تم ہی اس کی تعریف کے پل باندھ رہی ہوتیں۔" فائزہ نے تمسخرانہ انداز میں کہہ کر اسے جلتے توے پر بٹھا دیا۔

"تمہارا مطلب ہے میں اس کی توجہ کے لیے مری جا رہی ہوں۔ وہ کیا لفٹ کرائے گا۔ میں خود ہی اسے لفٹ نہیں کراتی۔ اس جیسے تو میری ایک نگاہ کو ترستے

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کیلئے خوبصورت ناول
یہ گلیاں یہ چوبارے
فائزہ افتخار
قیمت ۔۔۔ -/250 روپے
اِک نُکتۂ ایمان
سعدیٰ حمید چودھری
قیمت ۔۔۔ -/250 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37- اردو بازار، کراچی۔



www.pkdigest.com

رہتے ہیں۔ میرے ایک اشارے پر میرے تلوے چاٹتے ہیں۔" اس نے برہم ہو کر کہا۔

"اوکے اگر تم اشعل ملک کو زیر کرلو تو ہم تمہیں مان جائیں گے۔" فائزہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سمجھی نہیں۔

"مطلب اگر تم اشعل ملک کو اپنے حسن کے جال میں پھانس لو تو ہم تمہیں مان جائیں گے۔" اس نے اپنا انداز پراسرار سا کرلیا۔ نیلم اور عائزہ بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"چیلنج کر رہی ہو مجھے۔" اس نے فائزہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس آف کورس۔" فائزہ نے مسکرا کر کہا۔

"اوکے ڈن۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"یہ تم لوگ کیا بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو۔ فسی کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ تم کس قسم کا چیلنج قبول کر رہی ہو۔ یہ کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے۔" نیلم جو ان چاروں میں کچھ سمجھ دار تھی' اس نے فسطینہ کو ڈانٹا۔

"چیلنج از چیلنج۔ اور فسطینہ ملک کبھی اپنی بات سے ہٹتی نہیں۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔

نیلم بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ عائزہ کی آنکھوں میں بھی تشویش تھی' جبکہ فائزہ مسکراتی رہی' اور پھر کچھ دیر بیٹھ کر وہ تو چلی گئیں' مگر فسطینہ کے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گئی۔ اب اسے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے مکمل پلاننگ کرنی تھی کیوں کہ اشعل ملک کو شک بھی نہ ہو اور وہ یہ چیلنج بھی جیت جائے۔

☼ ☼ ☼

فسطینہ نے اگلے دن سے ہی اپنے پروگرام پر عملدر آمد شروع کردیا۔ رات کے گیارہ بجے جب سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام فرما رہے تھے۔ فسطینہ نے دو کپ چائے بنائی اور ٹرے میں رکھ کر اشعل کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ دروازہ ہلکا سا ناک کیا۔

"یس کم ان۔" اندر سے اشعل کی آواز آئی تو وہ ٹرے اٹھائے اندر داخل ہو گئی۔

"آپ۔" اشعل اسے دیکھتے ہوئے حیرت سے بولا اور پھر جلدی سے نظریں چرا گیا۔ وہ سراپا قیامت لگ رہی تھی۔ اشعل کو اس کے حلیے سے شرم آنے لگی۔ اس نے نہایت تنگ اور گہرے گلے کی شرٹ پہن رکھی تھی۔ جو برائے نام ہی شرٹ کہلا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اس کے جسم کے اسرار کو چھپانے میں بری طرح ناکام تھی۔ جینز کے پائنچوں کو ٹخنوں سے بھی اوپر کیا ہوا تھا۔ جس میں اس کے گورے سڈول پاؤں اور بھی نمایاں ہو رہے تھے' دوپٹے سے بے نیاز وہ سراپا قیامت رات کے اس پہر اس کی خواب گاہ میں آکر شاید اس کے ایمان کا امتحان لے رہی تھی۔ مگر مقابل اشعل ملک تھا۔ اپنی ظاہری شخصیت کی طرح اندر سے بھی مضبوط اور باوقار۔ اس نے ایک کے بعد دوسری نظر ڈالی ہی نہیں۔ فسطینہ کو ایک پل کو اپنی تیاری ضائع ہوتی محسوس ہوئی۔

"ایکچوئلی میرا چائے پینے کو موڈ ہو رہا تھا۔ مگر اکیلے نہیں سب سوچکے ہیں۔ صرف آپ کے کمرے کی لائٹ آن تھی۔ سوچا آپ کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لی جائے۔" اس نے اتنے عام سے انداز میں کہا گویا ان دونوں کے درمیان دوستانہ مراسم ہوں۔ اشعل کو زوردار جھٹکا لگا۔

"آپ نے ناحق زحمت کی۔ میں اس وقت چائے نہیں پیتا ورنہ ساری رات مجھے نیند نہیں آتی۔" اس نے خشک انداز میں کہا۔ فسطینہ دانت پیس کر رہ گئی۔ تاہم چہرے پر مسکراہٹ سجالی۔

"اوہ اتنی سی کیا ہو جائے گا۔ اگر آج میری وجہ سے آپ کی ذرا سی نیند خراب ہو گئی تو۔" وہ لاڈ سے بولتی اسے ایک اور جھٹکا دے گئی۔

"یا اللہ آج تو میں نے غور نہیں کیا کہ سورج کدھر سے نکلا تھا۔ مگر یہ لڑکی رات کے اس پہر مجھے جھٹکے دے کر یقیناً "میرا ہارٹ فیل کروے گی۔" وہ بے چارگی



سے سوچ کر رہ گیا۔

"فسطینہ پلیز میں بزی ہوں۔ آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ پلیز ڈونٹ مائنڈ۔" اس نے شائستگی سے معذرت کی۔ وہ اس وقت حقیقتاً "کمپیوٹر پر کوئی ڈیٹا بنا رہا تھا۔

"اٹس اوکے چائے رکھ رہی ہوں۔ دل چاہے تو پی لیتا۔" فسطینہ اس کے سامنے کپ رکھنے کو جھکی تو اشعل شرم سے سر جھکا کر رہ گیا۔

"پتا نہیں اس لڑکی نے اپنی نسوانی حیا کہاں گروی رکھ دی ہے۔" وہ تاسف سے سوچ کر رہ گیا۔ باہر آکر فسطینہ کچھ دیر تو اسے دل ہی دل میں گالیاں دیتی رہی۔ پھر مسکرا دی۔

"ابھی تو آغاز ہے اشعل ملک۔ کب تک خود کو بچاؤ گے۔"

☼ ☼ ☼

اشعل نماز پڑھ کر آیا تو لان کے مخصوص گوشے میں اپنے معمول کی ورزش میں مصروف ہو گیا۔ صبح آدھا گھنٹہ ورزش کرنا اس کی برسوں کی عادت تھی۔ فسطینہ ملک کھڑکی سے اسے دیکھتی وہیں چلی آئی۔ اتنی صبح اٹھنے پر اس نے دل کو کیسے آمادہ کیا تھا یہ تو بس وہی جانتی تھی۔ مگر بات آن کی تھی اور وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اشعل ملک کو پٹانے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتی تھی۔

"ہیلو گڈ مارننگ۔" اس نے خوشدلی سے کہا۔ اشعل نے حیرت سے اسے دیکھا۔ بارہ بجے اٹھنے والی آج اتنی صبح نظر آرہی تھی۔ مقام حیرت تو تھا۔

"صبح بخیر۔" وہ کہہ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ فسطینہ کو سبکی کا احساس تو ہوا۔ مگر دبا گئی۔

"آپ روز صبح یہ روٹین کیسے جاری رکھ لیتے ہیں۔ مجھ سے تو یہ سب نہیں ہوتا۔" بات برائے بات تھی۔

"عادت ہو جائے تو پھر مشکل نہیں ہوتی۔" وہ بھی سپاٹ انداز میں کہہ بیٹھا۔ پانچ منٹ بعد اس نے اپنا ورزش کا پروگرام ملتوی کیا۔

"ایکسکیوزمی۔ میں ذرا فریش ہو لوں۔" وہ رکی


خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز

کی ایک خوبصورت پیشکش

نامور مصنفہ رضیہ جمیل

کا "ساگر دریا بادل بوند"

کے بعد مشہور و معروف ناول

لگ گئی وہ بربط کا

اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

☆ خوبصورت سرورق

☆ مضبوط جلد

☆ آفسٹ پیپر

قیمت صرف =/[illegible] روپے

کتاب منگوانے کے لیے

آج ہی =/330 روپے

کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ

ارسال فرمائیں۔

ملنے کا پتا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی

طور پر کہتا اندر بڑھ گیا اور وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

ناشتے کی میز پر آج خلاف معمول فسطینہ بھی سب کے ساتھ تھی۔

"ڈیڈ یہ آج سورج کدھر سے نکلا ہے؟" اشمد نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"ڈیڈ پلیز سمجھا دیجیے بھائی کو۔" اس نے ظہیر ملک سے لاڈ کیا۔

"بھئی اشمد مت تنگ کرو میری بیٹی کو۔" انہوں نے اشمد سے کہہ کر اسے ساتھ لگایا۔ اشمل خاموشی سے ناشتا کرتا رہا۔ فسطینہ گاہے بگاہے اس پر ایک مہربان نظر ڈال لیتی جو اسے سخت اچنبھے میں مبتلا کر رہی تھی۔

"انکل مسٹر زنگ آج ہم سے میٹنگ کرنا چاہ رہے ہیں۔" اشمل نے ناشتا کرتے ہوئے ظہیر ملک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیٹس گڈ۔ پھر کب رکھیں ان سے میٹنگ۔" انہوں نے اسی سے مشورہ کیا۔

"میرا خیال ہے دس بجے کا ٹائم دے دیتے ہیں۔ چلان کی ایک اور کمپنی بھی رابطہ کر رہی ہے۔ اب دیکھیں کون ہمیں اچھی کوالٹی کی مشینری اچھے پرائس پر دیتے ہیں۔" وہ خالص کاروباری انداز میں بولا۔

"ہوں۔ یہ تو ہے۔ دونوں پارٹیز سے الگ الگ میٹنگ کر لیتے ہیں۔ پھر جو آفر سوٹ ایبل ہو گی وہ قبول کر لیں گے۔" ظہیر ملک کو اس کی تجویز اچھی لگی تو تائید کر بیٹھے۔

"ڈیڈ یہ پھر کس قسم کی مشینری منگوا رہے ہیں آپ۔" حاشر سرسری انداز سے بولا۔

"بیٹا ابھی جو نئی فیکٹری لگا رہے ہیں فیبو کس کی۔ اس کے لیے مشینوں وغیرہ کا سوچ رہے ہیں۔ ابھی تو فیکٹری بھی تعمیری مراحل میں ہے۔ اس لیے ہم اس دوران مشینری وغیرہ کا انتظام کرنا چاہتے ہیں، تاکہ جیسے ہی فیکٹری مکمل ہو اس میں کام شروع کیا جا سکے۔" انہوں نے تفصیل سے بیٹے کو بتایا۔

"اوہ اچھا۔" اس نے سر ہلایا۔ فسطینہ سخت بور ہو رہی تھی۔ نائلہ بیگم ناشتے کے دوران اخبار کی طرف متوجہ رہیں۔ ناشتے کے بعد سب اپنے اپنے کاموں کی طرف نکل گئے۔ فسطینہ واپس کمرے میں آ کر ڈھیر ہو گئی۔ اور اتنی صبح اٹھنے پر خود کو کوسنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اشمل کمپیوٹر پر بزی تھا۔ اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے سخت کوفت کے عالم میں موبائل کو دیکھا۔ جو اس وقت اس کی پہنچ سے بہت دور تھا۔ لامحالہ اسے کام چھوڑ کر اٹھنا پڑا۔ موبائل اٹھایا، اسکرین پر گھر کا نمبر تھا اس نے فوراً "او کے کیا۔

"ہیلو۔ ہیلو اٹھی کب سے فون کر رہی ہوں۔ ریسیو کیوں نہیں کر رہے۔" دوسری طرف فطینہ تھی۔

اشمل اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"میں کام کر رہا تھا۔ اینی پرابلم۔" اس نے اپنے لہجے کو سخت بنانے سے روکا۔

"ایکچوئلی میری گاڑی پرابلم کر رہی ہے۔ آپ کے پاس ٹائم ہو تو مجھے عائزہ کے گھر ڈراپ کر دیں۔"

دوسری طرف جو فرمائش ہوئی اس نے اشمل کا خون کھولا دیا۔

"محترمہ میں یہاں کام کر رہا ہوں۔" اس نے سخت انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

"یا اللہ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے۔" وہ سر ہاتھوں پر گراتے ہوئے بولا۔ دوسری طرف فسطینہ مسکرا دی۔

"اشمل ملک اس چیلنج میں اب مجھے مزا آ رہا ہے۔" وہ دل ہی دل میں بولی۔

☆ ☆ ☆

اشمل کے دوست کی شادی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ رات بہت دیر سے آیا تھا۔ کوٹ کندھے پر ڈالے بڑے ڈھیلے ڈھالے انداز میں اندر آتا وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ فسطینہ ملک لاؤنج میں رکھے صوفے پہ دراز ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھا تو مسکراتی ہوئی اٹھ



بیٹھی۔

"بڑی دیر سے آ رہے ہیں، کہیں گئے تھے کیا۔"

"ہوں۔ میرے دوست کی شادی تھی۔"

"کھانا تو یقیناً" کھا لیا ہو گا آپ نے۔ چائے بنا دوں۔" بڑے دوستانہ انداز میں آفر دی۔

"تو تھینکس۔" وہ سپاٹ انداز میں کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد فسطینہ دودھ کا گلاس ٹرے میں رکھ کر لائی اور بنا دستک دیے اندر آ گئی۔ اشمل نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ایک لمحے کو تو فسطینہ بھی سٹپٹا گئی۔ اشمل بنا شرٹ کے کھڑا تھا۔ شاید وہ شاور لینے جا رہا تھا۔ اشمل نے جلدی سے شرٹ اٹھا کر پہنی۔

"آپ کو اس طرح آدھی رات کو میرے کمرے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔" ناگواری اشمل کے ہر انداز میں نمایاں تھی۔

"وہ میں یہ دودھ دینے آئی تھی۔" اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"تھینکس اور پلیز میرے لیے زحمت مت کیا کیجیے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اکھڑ انداز میں کہتا وہ باتھ روم میں بند ہو گیا۔ فسطینہ باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھتی طنز سے مسکرا دی۔

☆ ☆ ☆

نیلم کی بات پکی ہو گئی تھی۔ تینوں دوستیں عائزہ، فائزہ اور فسطینہ نیلم کے گھر جمع تھیں۔

"گویا تو مسٹر وقاص عرف وکی کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔" عائزہ نے شوخی سے کہا۔

"ہوں۔" نیلم نے تائید میں سر ہلایا۔

"گویا تم شادی کر کے امریکہ چلی جاؤ گی۔" فائزہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"امکان تو یہی ہے۔ کیونکہ وکی کا بزنس وہیں سیٹ ہے اور ابھی اس کا یہاں سیٹل ہونے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔"

"اچھا ہے نا یہاں کیا رکھا ہے۔" فسطینہ نے حقارت سے کہا۔

"خیریوں تو نہ کہو۔ اپنا ملک اپنا ہوتا ہے۔ فارن جا کر آپ کتنی دولت کما لیں۔ اپنا اسٹینڈرڈ کتنا ہی ہائی کیوں نہ کر لیں۔ مگر رہیں گے تھرڈ سٹیزن۔" عائزہ نے فوراً اسے ٹوکا۔

"ہاں فسی، عائزہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ یہ انگریز قوم اپنے سوا کسی کو اہمیت نہیں دیتی۔" نیلم نے بھی عائزہ کی تائید کی۔

"اوہ بھئی یہ تم لوگ کیا بور رنگ باتیں لے کر بیٹھ گئے۔" فائزہ بور ہو کر انہیں ٹوک گئی پھر فسی کی طرف منہ کر کے کہا۔

"فسی تم بتاؤ تم نے اشمل ملک کے دل تک رسائی حاصل کی یا ابھی تک معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔"

"بہت جلد کامیابی میرے حصے میں آئے گی۔ آخر کب تک اشمل میرے حسن سے نظریں چرائے گا۔ وہ بھی ایک مرد ہے اور مرد کتنا ہی زاہد و پارسا ہو حسن سے نظریں نہیں چرا سکتا۔ جب حسن خود مہربان ہو تو مرد کو گھٹنے ٹیکنے میں وقت نہیں لگتا۔ بس کچھ انا پرست مرد ذرا وقت زیادہ لیتے ہیں۔ ابھی تو میں اسے صرف دانہ ڈال رہی ہوں۔ آہستہ آہستہ اسے ٹریک پر لاؤں گی۔" فسی بڑی ادا سے بالوں کو جھٹکتے ہوئے بولی۔ انداز میں ایک خاص تفاخر اور اپنے حسن کا احساس بول رہا تھا۔ نیلم تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ارے بھئی خیال رکھنا، کہیں اسے پٹاتے پٹاتے خود ہی نہ پٹ جاؤ۔" فائزہ طنزیہ بولی۔

"بہت دیکھے ہیں ایسے۔ ابھی فسطینہ ملک کا اسٹینڈرڈ اتنا لو نہیں ہوا کہ وہ اشمل ملک کو دل میں بسائے گی۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"چھوڑو یہ باتیں، ایک ہفتے بعد میری منگنی ہے۔ کچھ اس بارے میں بھی ڈیسائیڈ کر لو۔" نیلم نے باتوں کا رخ موڑا تو سب ہی کپڑوں، جوتوں کی فکر میں لگ گئیں۔



www.pkdigest.com

فسطینہ ملک نے کیا کیا نہ حربے آزمائے۔ مگر وہ اشمل کے دل تک رسائی نہ پا سکی۔ فسطینہ کو اب لگ رہا تھا کہ وہ یہ چیلنج ہار جائے گی۔ اشمل ملک اسے ناقابل تسخیر لگنے لگا۔ تاہم ابھی وہ مکمل طور پر ہمت ہارنا نہیں چاہتی تھی۔

رات کو وہ پھر اشمل ملک کے کمرے تک آ پہنچی۔ ہلکی سی دستک دے کر اندر آئی تو اشمل ملک حسب معمول اپنے کمپیوٹر پر بزی تھا۔ اسے دیکھ کر ناگواری کی کئی شکنیں اس کے ماتھے پر پھیل گئیں۔ جسے فسطینہ نے بڑے صبر سے برداشت کیا۔

"ہیلو اشمی کیا ہو رہا ہے؟" نہایت دوستانہ انداز میں پوچھتے ہوئے وہ اس کے قریب چلی آئی۔ اشمل کو اس کے بے ہودہ حلیے سے کوفت ہونے لگی۔

"کچھ نہیں بس کچھ انفارمیشن چاہیے تھیں' اس لیے نیٹ سرچ کر رہا ہوں۔" وہ سپاٹ انداز میں کہتا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"ہر وقت کام اور بس کام۔ کیا بوریت ہے یار۔ کچھ وقت اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی دینا چاہیے جو آپ کی توجہ کے طالب ہیں۔" وہ اک ادائے ناز سے بولی۔

"پلیز فسطینہ مجھے صبح یہ ساری انفارمیشن انکل کو فراہم کرنی ہیں' اس لیے پلیز آپ مجھے ڈسٹرب مت کریں۔" اس پر کوئی اثر ہوتا نہ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور فسطینہ کو اپنی ناکامی منہ چڑاتی نظر آ رہی تھی۔

"اشمل آپ مجھ سے اتنا چڑتے کیوں ہیں۔ میں آپ کی کزن ہوں اور آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ہم دوست نہیں بن سکتے۔" فسطینہ نے بڑی آس سے پوچھا۔

"نہیں۔" دو ٹوک جواب ملا۔

"مگر کیوں اشمل۔ آخر کو کزنز میں دوستی تو ہوتی ہی ہے نا۔" یارمانتا تو فسطینہ نے بھی نہیں سیکھا تھا۔

"ہوتی ہو گی مگر میں اس کا قائل نہیں۔ اور پلیز میں مزید بحث کے موڈ میں نہیں۔ آپ براہ کرم تشریف لے جائیں۔" وہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے بڑے روکھے انداز میں بولا۔ بے عزتی کے احساس سے فسطینہ کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

"اوکے سی یو اینڈ گڈ نائٹ۔" وہ بادل ناخواستہ اٹھ گئی اور اشمل ملک نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ "یا اللہ یہ کون سی بلا میری جان کو چمٹ گئی ہے۔ یہ تو لگتا ہے میری عزت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہے۔

آنٹی کو خبر ہوئی تو بیٹی کو تو الزام دیں گی نہیں اور مجھے نکال باہر کرنے میں ایک منٹ نہیں لگائیں گی۔ یا اللہ میری مدد کر اور اس حسین بلا سے میری جان چھڑا۔" وہ دل ہی دل میں اللہ سے دعا مانگنے لگا۔ طبیعت اتنی مکدر ہو گئی تھی کہ مزید کام اس سے ہو نہیں رہا تھا۔ لہٰذا کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے واش روم میں بند ہو گیا۔ شاید شاور لینے سے طبیعت سنبھل جائے۔

فسطینہ اپنے کمرے میں غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ فسطینہ کو کسی نے نظر انداز کیا ہو۔ اس نے کبھی کسی کو لفٹ نہیں دی تھی۔ اس کے باوجود کئی لڑکے اس کی توجہ کے طالب رہتے تھے۔ اور یہاں اشمل ملک پر دال پانی نہیں پڑنے دے رہا تھا۔

"اشمل ملک اب تک تو میں تم سے ایک کزن کی حیثیت سے ملتی رہی ہوں۔ اب خود کو تمہاری بجن بنا کر پیش آؤں گی۔ پھر دیکھتی ہوں تم دامن بچا سکتے ہو یا نہیں۔ اب کے فل اینڈ فائنل گیم کھیلوں گی۔" وہ دل ہی دل میں منصوبے بناتی نیند میں ڈوب گئی۔

☼ ☼ ☼

"اشمل ملک آپ ہیں ہی اتنے بے نیاز یا بنتے ہیں۔" فسطینہ آج پھر اس کے روبرو بڑے دھڑلے سے پوچھ رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ بے تحاشا حیران ہوا۔

"میں روزانہ آپ کے پاس آتی ہوں۔ آپ سے باتیں کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور آپ ہیں کہ مجھے اگنور کیے اس فضول سی مشین پر مصروف ہو جاتے ہیں۔" اس نے کمپیوٹر کی طرف اشارہ کیا۔



"سچ اشمل کبھی کبھی تو میں اس بے جان سی مشین سے سخت جیلسی محسوس کرنے لگتی ہوں۔ یہ بھی مجھ سے اچھا ہے۔ اسے کم از کم آپ کی توجہ تو حاصل ہے۔ جبکہ میں جیتی جاگتی انسان آپ کی ایک نظر کی بھی حق دار نہیں۔" بڑے چھان پھٹک کر ڈائیلاگ یاد کیے تھے۔

"دیکھے فسطینہ ہر انسان کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اپنا مقصد بھول کر ادھر ادھر کے کاموں میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اور پچھتاتے ہیں۔ اور کچھ اپنے مقصد کو پانے کے لیے محنت کرتے ہیں اور پھر اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ میرا شمار بھی ان دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے۔ میری زندگی میں کسی فضول کام کی کوئی جگہ نہیں۔ میرے سامنے ایک واضح مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ میں محنت کروں اور اپنا اور اپنے انکل کا نام روشن کروں۔ جن کے مجھ پر بے تحاشا احسانات ہیں۔ اور میں ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتا۔ صورت چاہے کوئی بھی ہو۔" اس کا اتنا واضح اشارہ اس کو سلگا گیا۔

"ہاں تو صحیح ہے۔ آپ ان کے اعتبار و اعتماد پر ہمیشہ پورے اترے۔ وہ آپ پر فخر کرتے ہیں۔"

"اور میں اس فخر کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ تبھی چاہتا ہوں کہ آپ یوں آدھی آدھی رات کو میرے کمرے میں نہ آیا کریں۔" اس نے دو ٹوک اور واضح انداز میں منع کیا۔

"مگر میں کیا کروں' دن کو آپ ہوتے ہی کہاں ہیں' مجبوراً مجھے اس وقت آپ کے پاس آنا پڑتا ہے اور اس پر بھی آپ کے مزاج ملتے ہی نہیں ہیں۔" اس نے یوں لاڈ بھرے انداز میں کہا گویا اشمل اس کے انتظار میں مرا جا رہا تھا۔

"لیکن ضرورت بھی کیا ہے آخر۔ کسی بھی وقت میرے کمرے میں آنے کی۔" وہ جھنجلا گیا۔

"اس سلسلے میں' میں خود کو مجبور پاتی ہوں۔" وہ سر جھکا کر کہہ گئی۔

"کیا مطلب۔" وہ حیران ہوا۔

"میرا دل آپ کو دیکھنے کی ضد کرتا ہے۔ بتائیے میں اسے کیسے بہلاؤں۔" وہ سخت بے بس نظر آ رہی تھی اور اشمل ملک ساکت ہی تو رہ گیا۔

"اپنے دل کو سمجھائیے فسطینہ بی بی' یہ جب قابو سے باہر ہوتا ہے تو اچھے اچھوں کو ذلت سے دوچار کرتا ہے۔ آپ کو یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ لہٰذا جائیے اپنے آپ کو خوار مت کیجیے۔" وہ کٹھور پن سے بولا۔

فسطینہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"مگر کیوں اشمل کیا کمی ہے مجھ میں۔ آپ نے شاید مجھے غور سے دیکھا نہیں۔" وہ اچانک اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ اشمل نے کرنٹ کھا کر اپنے ہاتھ فوراً چھڑائے۔

"پلیز فسطینہ اپنے مقام سے اتنا مت گریں کہ مجھے آپ سے کراہیت آنے لگے۔" اشمل خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ کھینچ کر تھپڑ دے مارے۔

"ہم آپس میں کزن ہیں اشمل۔ ایک ساتھ بڑے ہوئے ہیں۔ چاہنے لگی ہوں میں آپ کو۔ پلیز اشمل میرے دل کا کچھ تو خیال کریں۔" فسطینہ گڑگڑائی۔

"سوری میں آپ سے کہہ چکا ہوں اپنے دل کو سمجھا لیجیے۔ آپ میرا آئیڈیل نہیں ہے۔" وہ سنگدلی سے بولا۔

"کیا ہے آپ کا آئیڈیل۔ بتائیے میں خود کو آپ کے آئیڈیل میں ڈھال لوں گی۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"آپ نے کبھی خود کو دیکھا ہے فسطینہ بی بی۔ مجھے تو شرم آتی ہے آپ کو دیکھ کر۔ اگر کبھی غور سے خود کو دیکھیں تو شرم سے مر ہی جائیں۔ میرا آئیڈیل ایک باحیا مشرقی لڑکی ہے۔ جس نے خود ساری زندگی غیر عورت کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ میں خود کو اپنی شریک سفر کی امانت سمجھتا ہوں اور اپنی بیوی میں بھی ایسی ہی صفات دیکھنے کا متمنی ہوں۔ ایسی لڑکی جو آدھی آدھی رات کو بنا کسی رشتے کے ایک نامحرم کے کمرے میں آتی ہو اور اس سے محبت کا اظہار کرتی ہو۔ ایسی لڑکی کو میں اپنی زندگی میں کیسے شامل کر سکتا ہوں۔" وہ



www.paksociety.com

استہزائیہ انداز میں بولا اور فسطینہ ساکت رہ گئی۔ اس کی باتیں سن کر۔ اتنا زہر بھرا تھا اس کے دل میں فسطینہ کے لیے۔

"آپ پچھتائیں گے اشمل۔" وہ اس کے کمرے سے نکلتے ہوئے بولی۔ اشمل طنزیہ مسکرا دیا۔

اپنے کمرے میں آکر وہ زخمی ناگن بنی ہوئی تھی۔ اشمل کی گفتگو اور حقارت آمیز انداز اسے دہکائے دے رہا تھا۔

"بہت اونچی شے سمجھتے ہو نا تم خود کو، تمہیں اپنے مقام سے نہ گرایا تو فسطینہ نام نہیں۔ بڑا ناز ہے تمہیں کہ تمہارے انکل تم پر بہت مان اور بھروسہ رکھتے ہیں، تمہیں انہی کی نگاہ میں ذلیل کروں گی۔ نہ تمہیں بے عزت کر کے اس گھر سے نکالا تو دیکھنا۔ اب اپنی عزت کی زندگی کے چند گنے چنے دن شمار کرلو۔ بس اس کے بعد تمہیں بہت بڑی ذلت سے دوچار ہونا ہے۔" فسطینہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

اگلے ہی دن فسطینہ کو موقع مل گیا کہ وہ اشمل کے خلاف منصوبے کو عملی جامہ پہنائے۔ فسطینہ، اشمل کے کمرے میں آئی تو اشمل کمرے میں نہیں تھا۔ شاید واش روم میں تھا۔ وہ اس کی مخصوص ٹیبل کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔ ٹیبل پر اشمل کی ریسٹ واچ اور موبائل پڑا تھا۔ اچانک ایک شیطانی سوچ اس کے دماغ میں آئی، اس نے اشمل کے موبائل سے اپنے موبائل پر رنگ کیا اور پھر اپنے موبائل سے کال ریسیو کرلی۔ تقریباً تین منٹ بعد کال ڈراپ کردی۔ پھر اشمل کا موبائل ٹیبل پر رکھ کر وہاں سے ہٹ آئی اور اس کے بیڈ پر آبیٹھی۔

اشمل تولیے سے سر رگڑتا ہوا باہر نکلا تو اسے کمرے میں دیکھ کر شدید ناگواری کی لکیریں اس کے ماتھے پر ابھر آئیں۔ اس نے جلدی سے تولیہ اپنے گرد لپیٹا۔ وہ اس وقت صرف — شلوار پہنے ہوئے تھا۔ فسطینہ نائٹی میں تھی، جس سے اس کے جسم کا ہر عضو نمایاں ہو رہا تھا۔ اشمل کا جی چاہا اس پر تیل ڈال کر آگ لگا دے۔ آخر یہ لڑکی اس سے چاہتی کیا ہے۔

"فسطینہ میرے صبر کا امتحان مت لو اور یہاں سے چلی جاؤ پلیز۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"اشمل پلیز۔ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ یوں مجھے دھتکاریں مت۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"یہ پیار نہیں تمہارے نفس کی سرکشی ہے جو تمہیں اکسا رہی ہے۔ تم تو شاید گناہ و ثواب کے چکر سے آزاد ہو۔ مگر میرا ضمیر ابھی زندہ ہے۔ میں اپنے ہی انکل کے گھر نقب نہیں لگا سکتا۔ چلی جاؤ، اس سے پہلے کہ میں انکل کو سب کچھ بتا دوں۔" وہ منہ پھیر کر سخت لہجے میں بولا۔

"نہیں جاؤں گی میں۔ ہرگز نہیں جاؤں گی۔ آپ میری بات جب تک نہیں مانیں گے، میں یہاں سے بالکل بھی نہیں جاؤں گی۔" اس نے دانستہ آواز اونچی کرلی۔

"آہستہ بولو فسطینہ پلیز، کیوں میری عزت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہو۔"

"مجھے نہیں پتا۔ میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔ آواز ہنوز تیز تھی۔ اشمل گھبرا گیا۔

"تم یوں نہیں مانو گی۔ میرے کمرے سے باہر نکلو، پھر چاہے پورے شہر میں تماشا لگاتی پھرو۔ میری بلا سے۔" اشمل نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلنا چاہا۔ فسطینہ اس کے بازوؤں میں مچل گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور ظہیر ملک اور نائلہ ظہیر اندر آگئے۔ ظہیر ملک کی آنکھیں تو دکھ اور صدمے سے پھٹی رہ گئیں۔ جس طرح فسطینہ اس کے بازوؤں میں تھی اور وہ خود بغیر قمیص کے کھڑا تھا۔ ساری سچویشن ہی اس کے خلاف تھی۔ فسطینہ نے ماں، باپ کو دیکھا تو ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ نائلہ غضب ناک ہو کر اس پر پل پڑیں۔

"نمک حرام، بے شرم، بے غیرت انسان۔ ہمارے احسانات کا یہ صلہ دیا ہے کہ ہمیں ہی رسوا کرنے پر تل گیا ہے۔" اشمل تو دکھ کی زیادتی سے چپ سا ہو گیا۔



ظہیر ملک بھی گنگ سے کھڑے تھے۔ ان کے اعتبار کا خون جو ہوا تھا اور یہ سب ان کی برداشت سے باہر تھا۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے۔" ان کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ شور کی آواز سن کر اشمد اور حاشر بھی دوڑتے ہوئے آئے تھے اور اب حیران و پریشان کھڑے صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"مام اس نے مجھے فون کر کے اپنے کمرے میں بلایا تھا اور جب میں آئی تو یہ۔" فسطینہ نے بات ادھوری چھوڑ دی، مگر اس کی ادھوری بات نے بھی سب کو مشتعل کر دیا۔

"یہ، یہ سب جھوٹ ہے انکل۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" اشمل کے منہ سے بمشکل نکلا۔

"یہ دیکھیے میرے موبائل میں اس کی ریسیو کال ہے۔ آپ ان کا موبائل چیک کریں، میرا نمبر ڈائلنگ میں ہوگا۔ اگر اس نے ڈیلیٹ نہ کیا ہو تو۔" حاشر نے فوراً اس کا موبائل چیک کیا اور فسطینہ کے بات کی تصدیق ہوگئی۔

"مگر تم آئیں کیوں اس ذلیل کمینے کے کمرے میں۔" نائلہ نے فسطینہ کو ایک تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"میں روز آتی ہوں اس کے کمرے میں۔ ہم لوگ روزانہ ڈھیروں باتیں کرتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا میں انکل سے بات کروں گا تمہاری شادی کے بارے میں۔ مجھے کیا پتا تھا یہ مجھے چیٹ کرے گا۔ میں اس کی باتوں میں آگئی مام۔ آئی ایم سوری۔" وہ رونے لگی اور اشمل اس دروغ گوئی پہ حق دق کھڑا تھا۔

"میں جان سے مار دوں گا اس ذلیل شخص کو اور ساتھ میں تمہیں بھی۔ تم نہ آتیں اس کے کمرے میں تو اس کی اتنی جرأت بھی نہ ہوتی۔" اشمد خون رنگ آنکھوں سے اس پہ پل پڑنے کو تھا کہ ظہیر ملک نے اسے پکڑ لیا۔

"خود کو سنبھالو اشمد! یہ معاملہ ہماری عزت کا ہے۔ ان دونوں کو مار کر اگر ہماری عزت بچ جاتی تو یہ نیک کام میں خود کرتا۔ مگر نہیں، ان کی موت ہمیں مزید ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دے گی۔ ابھی جو بات گھر کے افراد کے بیچ ہے کل وہ زبان زد عام ہوگی۔ اور پھر ہم معاشرے میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔" بات تو ظہیر ملک کی سچی تھی۔ اشمد اور حاشر بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے۔ اشمل شرمندگی سے سر نہیں اٹھا رہا تھا۔ نائلہ بیگم دونوں کو کوسنے کے بعد اب رو رہی تھیں۔

"پھر آپ ہی بتائیے ڈیڈ ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔" حاشر بھی کھولتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم کل ہی ان دونوں کے نکاح کا بندوبست کرو اور اس طریقے سے کہ کسی کو حالات کے خراب ہونے کا شک نہ ہو۔ اس کے بعد یہ دونوں ہمارے لیے مر جائیں گے۔ اور تم اشمل اگر تم میں ذرا سی بھی حیا باقی ہے تو میرے اس فیصلے کی لاج رکھ کر مجھے مزید شرمندگی سے بچا لینا۔" ظہیر ملک زہر خند لہجے میں کہتے نکلتے چلے گئے۔ ان کے اس فیصلے نے فسطینہ کو بھی ہوش کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔

"یہ ڈیڈ نے کیسا فیصلہ سنا دیا۔ میرے اللہ میں نے اس قسم کی سچویشن کا تو سوچا ہی نہ تھا۔" وہ رونا دھونا بھول گئی۔

"چلو بے شرم جاؤ اپنے کمرے میں۔" نائلہ نے فسطینہ کو باہر دھکیلا اور اشمل پر ایک زہر بھری نظر ڈالی جو خود اس کایا پلٹ پر حیران و ششدر تھا۔ سب سے بڑا دکھ تو انکل کی نظروں میں ذلیل ہونے کا تھا اور سب سے بڑا صدمہ فسطینہ سے شادی کا تھا۔ وہ اس لڑکی کو ساری زندگی برداشت کرلے گا۔ یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

یوں ایک اداس سی شام میں اشمل ملک کا نکاح فسطینہ ملک سے ہوگیا۔ ظہیر ملک نے اپنے تمام کاروباری دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ اشمل ملک بے جان بت کی طرح ان کے اشاروں پر چلتا رہا۔ نکاح نامے پر سائن کر کے اسے یوں لگا اس نے خود اپنی موت کے



www.pkdigest.com

پروانے پر دستخط کر دیے ہوں۔ دوسری طرف حالت تو فسطینہ کی بھی ابتر تھی۔ حالات اس قسم کا سنگین موڑ اختیار کرلیں گے اس کا تو تصور بھی نہیں کیا تھا اس نے۔ وہ تو خود اپنے ہی جال میں پھنس گئی تھی۔ ٹھیک کہا ہے کسی نے جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے خود اس میں جا گرتا ہے۔

نکاح کی رسم کے بعد کھانا سرو کیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد زیادہ تر احباب اجازت لینے لگے۔ سب کا خیال تھا کہ چونکہ اشمل ان کے ساتھ رہتا ہے تو رخصتی کی تقریب تو ہوگی نہیں' یوں سب مہمان ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگے۔ مہمانوں کی موجودگی تک ظہیر ملک' نائلہ ظہیر' اشمد اور حاشر خوش خلقی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اور ہر ایک سے ہنس ہنس کر ملتے رہے۔ جب سب مہمان چلے گئے تو ظہیر ملک' اشمل کی طرف مڑے۔

"آج سے تم دونوں کا اس گھر سے ہر رشتہ ختم ہے۔ یہاں بھول کر بھی قدم مت رکھنا۔ اگر اپنی عزت کا پاس نہ ہوتا تو نہ جانے کیا کرتا۔ جاؤ اور اب میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ فسطینہ کے حصے کی رقم تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گی۔ چاہو تو اس سے کوئی کاروبار شروع کرلو۔ اس کے علاوہ نئی گارمنٹ فیکٹری جو میں نے فسطینہ کے نام سے خریدی تھی' وہ اب بھی اس کے نام ہے۔ چاہو تو اس کا چارج سنبھال لو' باقی مجھ سے اور میرے کاروبار سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں ہوگا۔" ظہیر ملک کا لہجہ آگ اگل رہا تھا۔

"مجھے آپ کا اعتبار چاہیے تھا انکل۔ جب آپ نے وہ ہی نہیں دیا تو میں دھن دولت کا کیا کروں گا' میں فسطینہ کی کسی چیز کو ہاتھ لگانے سے بھوکا مرنا بہتر خیال کروں گا۔ حالات سارے میرے خلاف سہی' مگر میں بے گناہ ہوں' یہ میرا اللہ جانتا ہے۔ میں اسے اس کی طرف سے آزمائش سمجھ کر قبول کرلوں گا۔ وقت ہی شاید کبھی میرے بے گناہی ثابت کردے۔ میں فسطینہ کے ساتھ کوئی رشتہ بنانے سے مرنا بہتر خیال کرتا' مگر میری قسمت کہ میں اسے بیوی بنا کر لے جا رہا ہوں' مگر یہ تب تک میری بیوی رہے گی جب تک میری بے گناہی ثابت نہیں ہو جاتی۔ جس دن آپ کو میری بے گناہی کا اعتبار آ گیا میں اسے آپ کے در پر چھوڑ جاؤں گا۔" وہ مضبوط اور سنگین لہجے میں کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ فسطینہ کو بھی ماں نے جانے کا اشارہ کیا۔

اپنی نادانی کے ہاتھوں آج اس نے اپنے پیاروں کا پیار کھو دیا تھا۔ وقت رخصت کسی نے بھی اسے گلے نہیں لگایا تھا۔ وہ سر جھکائے باہر نکلی۔ اشمل نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ دونوں اس میں بیٹھ کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن نہیں یہ منزل صرف فسطینہ کے لیے نامعلوم تھی۔ اشمل نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایڈریس دیا اور سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ تقریباً" آدھا گھنٹہ بعد وہ ایک پوش ایریا میں داخل ہو گئے۔ اشمل نے گاڑی ایک فلیٹ کے سامنے رکوائی۔ نیچے اتر کر ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دیا اور آگے چل پڑا۔ فسطینہ کی طرف دیکھنے کی زحمت اس نے نہیں کی۔ وہ سر جھکائے اس کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ اندر داخل ہو کر وہ چند ثانیے کو لاؤنج نما کمرے کے بیچوں بیچ کھڑا رہا' پھر غضب ناک انداز سے اس کی طرف مڑا۔

"جی چاہتا ہے گلا دبا کر ختم کردوں تمہیں' مگر نہیں' میں تمہیں اتنی آسان موت مرنے نہیں دوں گا۔ میں تو تمہیں پل پل ماروں گا۔ تم نے میری زندگی جہنم بنائی ہے اور اب تاحیات تمہیں ہی اس جہنم میں جلنا ہوگا۔ میرا کیا ہے میں مرد ہوں باہر ہزار راستے نجات کے تلاش کرلوں گا۔ مگر تم اس زنداں میں تاحیات بند رہو گی۔" وہ پھنکارتے ہوئے بولا۔

"ایک بات اور یاد رکھنا یہ فلیٹ ہرگز تمہارے باپ کی دی ہوئی خیرات نہیں ہے' یہ میں نے بہت پہلے اپنا آبائی گھر بیچ کر خریدا تھا' معلوم نہیں تھا کہ میں اس میں تم جیسی لڑکی کو بساؤں گا مگر نہیں میں تمہیں بساؤں گا تو کبھی نہیں۔ تم ساری زندگی اپنی نادانیوں کا یہاں ماتم کرنا۔" اس کے زہر زہر لہجے نے فسطینہ کو لرزا دیا۔



ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا ملے گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"اب نوابوں کی طرح کھڑی کیا کر رہی ہو' یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں جہاں نوکروں کی فوج ہو جو تمہارے ایک اشارے پر حاضر ہوں۔ یہاں ہر کام تمہیں خود کرنا ہوگا۔ کپڑے دھونے سے لے کر صفائی تک اور ساتھ ہی ناشتا اور دو وقت کا کھانا بھی خود پکانا ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا۔" دھمکی آمیز انداز میں کہتا وہ ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ شاید یہ اس کا بیڈ روم تھا۔ فسطینہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے' وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

کچھ دیر بعد اشمل خوشبوؤں میں بسا اپنے کمرے سے نکلا۔ فسطینہ ابھی تک وہیں کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ اس پر نگاہ غلط ڈالے بغیر نکلتا چلا گیا۔ باہر سے لاک لگانے کی آواز آئی تو فسطینہ حیران رہ گئی۔

"کیا واقعی مجھے زندگی کے باقی دن اسی انداز میں قید رہ کر گزارنے ہوں گے۔" اسے حالات کی سنگینی کا احساس شدت سے ہونے لگا۔ اسے اب احساس ہونے لگا تھا کہ وہ نادانی میں اپنے پیروں پہ کلہاڑی مار چکی ہے۔ اس نے اشمل کی زندگی کو جو مذاق بنایا تھا' سو بنایا مگر خود کی زندگی بھی ایک بھیانک مذاق بن گئی تھی۔ وہ وہیں کارپٹ پر بیٹھی سوچے جا رہی تھی۔

اشمل تب کا گیا اب تک لوٹا نہ تھا۔ فسطینہ کو اس بند فلیٹ میں خوف سا محسوس ہونے لگا تھا۔ کب ایسی کسی سچویشن سے پالا پڑا تھا' کب زمانے کے سرد و گرم سے آشنائی ہوئی تھی ہمیشہ محبتوں کی چھاؤں میں اور آسائشوں کی گود میں پلی بڑھی تھی اور اب اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے اچانک ایک ایسے لق و دق صحرا میں کھڑی ہوئی تھی' جہاں دور دور تک کسی نخلستان کا پتا نہیں تھا۔ اسے شاید اپنی بقیہ ساری زندگی کسی عذاب کی صورت اس فلیٹ میں گزارنی تھی۔

رات ایک بجے کے قریب اشمل واپس آیا تھا اور حسب معمول اسے نظر انداز کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ وہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔ کچھ ہی لمحوں بعد وہ باہر آیا اور اس کے قریب آ کر چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر غراتے ہوئے بولا۔

"صبح پانچ بجے میں بیڈ ٹی لیتا ہوں اور ناشتا پورے سات بجے کرتا ہوں۔ ایک منٹ بھی لیٹ ہو جائے تو میں برداشت نہیں کرتا۔ ناشتے میں آملیٹ اور پراٹھا کھاتا ہوں۔ چائے زیادہ دودھ پتی والی۔ کسی چیز میں کمی بیشی برداشت کرنے کی عادت مجھ میں ختم ہو چکی ہے۔ یہ ضرور یاد رکھنا۔" آخر میں تنبیہی انداز اختیار کرتا ہوا مڑا پھر کچھ یاد آنے پر پلٹا۔

"یہ سامنے والا کمرہ تمہارا ہے۔" مزید ایک لفظ بولے بغیر چلا گیا اور فسطینہ کو پریشانی میں مبتلا کر گیا۔

اس نے آج تک انڈا ابالا نہ تھا چہ جائیکہ آملیٹ' اور چائے بھی کبھی نہیں بنائی تھی اور پراٹھا تو بہت دور کی بات ہے' اس کے تو صحیح معنوں میں ہاتھوں کے طوطے اب اڑے تھے۔ اپنی بے بسی کا صحیح احساس اب ہی ہوا تھا۔ اشمل کے ساتھ اس نے جو کیا تھا' اس کے بعد اس سے ہر حد کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے سامنے والے کمرے کی جانب بڑھی۔ اندر آ کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا' وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک بان کی چارپائی' ایک تکیہ اور ایک بوسیدہ کمبل پڑا تھا۔ رضائی کے نام پر کچھ نہیں تھا۔ فسطینہ کی نازک طبیعت پر ایک بھاری بوجھ آ گرا' وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی اور اس چارپائی پر ٹک گئی۔

کچھ کہنے کی پوزیشن میں تو یوں بھی نہیں تھی۔ سارا غرور سارا طنطنہ تو باپ کی دہلیز پر چھوڑ آئی تھی اور اب یہاں مکمل اس شخص کے اختیار میں تھی جو اس سے بھی بدتر سلوک کرتا تو روا تھا۔ وہ چارپائی پر لیٹ گئی۔ اس کی سختی پر اس کا نازک بدن احتجاج کرتا رہا مگر وہ منہ سر لپیٹے پڑی رہی۔ سرہانے ایک چھوٹی ٹیبل پر ایک ٹائم پیس رکھا تھا۔ اس نے الارم سیٹ کیا اور آنکھیں موند لیں۔ اس کا سیل فون بھی اشمل نے لے کر آف کرکے اپنے پاس رکھ لیا تھا پھر کب اس کی



www.pkdigest.com

آنکھ لگی اسے خبر نہ ہوئی۔ سچ ہے کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے۔

☼ ☼ ☼

الارم کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے ماحول سے مانوس ہونا چاہا۔ چارپائی کے بان کی سختی نے اس کے وجود میں دکھن ڈال دی تھی۔ وہ کچھ لمحے غائب دماغی کی کیفیت میں بیٹھی رہی پھر اشمل کی آواز کی بازگشت اس کے کان میں گونجی تو وہ چونک کر اٹھی اور جلدی سے واش روم کی طرف بڑھی۔ منہ پر پانی کے چھپاکے مار کر وہ کچن میں چلی آئی پھر اس نے اندازے سے دودھ پتی اور چینی مکس کی اور چولہے پر رکھ دی۔ پانچ منٹ میں چائے تیار تھی' اس نے چائے کی پیالی ٹرے میں رکھی اور ٹرے اٹھا کر اشمل کے کمرے کی طرف آئی۔ دروازہ ہولے سے ناک کیا۔

"یس۔" اس کی بھاری آواز گونجی۔ وہ سر جھکائے اندر آئی اور ٹرے لا کر اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

نظریں جھکائے جھکائے ہی اس نے کمرے کا جائزہ لے ڈالا۔ بلاشبہ وہ ایک شاندار کمرہ تھا۔

اشمل نے چائے کا گھونٹ بھرا تو برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"یہ چائے بنائی ہے۔" وہ غرایا' فسطینہ کا رنگ زرد ہو گیا۔

"مم۔۔۔ میں نے کبھی چائے نہیں بنائی۔۔۔" وہ منمنائی۔ اشمل اسے گھور کر رہ گیا۔

"جو جو کام تم نے نہیں کیے تھے اب وہ کرنا سیکھ لو۔ یہ زندگی تمہاری خود کی پسند کردہ ہے۔ میں چند دن تو برداشت کرلوں گا مگر زیادہ وقت نہیں دوں گا۔" وہ سخت انداز میں بولا اور گھونٹ گھونٹ چائے پینے لگا۔ کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھا۔ فسطینہ نے کپ اٹھا کر ٹرے میں رکھا اور لا کر کچن میں رکھ دیا۔ اب کچن میں کھڑی سوچ رہی تھی کہ ناشتا کیسے تیار کرے۔ پراٹھوں کے لیے آٹا گوندھنا تھا اور یہ اس کے لیے مشکل ترین کام تھا۔ اس نے پرات میں آٹا نکالا اور پھر آٹا گوندھنے کی کوشش کرنے لگی۔ تھوڑا تھوڑا پانی آٹے میں ڈالتی جاتی' سارا آٹا اس کے ہاتھوں میں جا پھنسا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے' بمشکل تمام اس نے ہاتھوں کو آٹے سے صاف کیا پھر آٹے کو یونہی پرات میں چھوڑ دیا۔ اب وہ آملیٹ کے بارے میں سوچنے لگی کہ کیا کرے پھر اندازے سے پیاز اور ٹماٹر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹے اور پھر انڈا ملا کر آمیزے کو پھینٹا۔

ساڑھے چھ بجے اس نے چولہا جلا کر پہلے چائے بنائی' ایک کپ دودھ اور آدھا کپ پانی ملا کر چولہے پر رکھا اور اس میں پتی اور چینی بھی ڈال دی۔ جب چائے بن گئی تو فلاسک میں نکال کر رکھ دی۔ چائے کی حد تک تو کام آسان تھا مگر بڑا مسئلہ پراٹھوں کا تھا۔ اس نے توا رکھ کر آٹے کی طرف دیکھا جو پرات میں گھٹیلوں کی صورت میں عجیب و غریب شکل میں پڑا تھا۔ اس نے آٹا لے کر گول گول گھمایا اور پھر اسے بیلن سے بیلنے لگی۔ جب اس سے روٹی بنا کر توے پر ڈالی تو وہ سب کچھ تو ہو سکتی تھی مگر روٹی نہیں' اسی وقت اشمل بھی کچن کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا شاہکار بنایا ہے۔" وہ تقریباً" دھاڑا۔

فسطینہ کی سٹی گم ہو گئی۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ پراٹھا ہے۔" وہ ہکلائی۔

"اچھا۔۔۔ پراٹھا اس قسم کا ہوتا ہے۔" وہ تمسخرانہ بولا۔

"اینی وے' میں اس قسم کا ناشتا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ یہ ناشتا تم خود کرو' میں باہر سے کرلوں گا۔" وہ طنز کے تیر برسا کر چلا گیا۔ فسطینہ بے بسی کے عالم میں کھڑی رہ گئی پھر اس نے روٹی کچی ہی توے سے اتار لی اور فلاسک سے کپ میں چائے نکال کر پینے لگی۔

☼ ☼ ☼

آہستہ آہستہ فسطینہ ہر کام سیکھنے لگی تھی مگر



اشمل اس کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ کم از کم چائے تو اس نے بہت اچھی بنانی سیکھ لی تھی مگر اشمل اس میں بھی سو سو باتیں سنا جاتا۔ فسطینہ چپ چاپ سننے پر مجبور تھی۔ یہاں وہ اس کے مکمل رحم و کرم پر تھی مگر اس کی خطا اتنی بڑی تھی کہ وہ اسے معاف کرنے پر تیار نہ تھا۔

اس کی کسی ضرورت کا اشمل کو خیال تک نہ آیا تھا' وہ کیا کھاتی ہے کیا پہنتی ہے' اس سے اشمل کو کوئی غرض نہ تھی۔ وہ تو دن رات بے عزتی کے احساس سے سلگتا رہتا تھا۔ فسطینہ کی زندگی میں کوئی آسانی آئے یہ تو وہ خواب میں بھی نہیں چاہتا تھا۔ سو اسے ستانے کو نت نئے طریقے سوچتا رہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

اشمل تیار ہو کر کہیں جا رہا تھا' فسطینہ نے جھجک کر آواز دی۔

"اشمل۔۔۔" وہ رک گیا اور سخت نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک بات یاد رکھو' میرا نام مت لیا کرو' مجھے اپنا نام گالی کی طرح لگتا ہے۔ اب بولو کیوں روکا ہے۔" وہ لفظ لفظ میں زہر ڈبو کر بول رہا تھا۔

"آپ مارکیٹ سے میرے لیے کھانا پکانے کی کتاب لے آئیں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔ اشمل کچھ کہے بغیر نکل گیا' وہ گہری سانس لے کر کچن کی طرف آگئی۔

پہلے دو چار برتن جو گندے تھے وہ دھوئے پھر شیلف صاف کیا اور پھر کچن کی صفائی کی۔ کچن کی صفائی سے فارغ ہو کر وہ اشمل کے بیڈ روم میں گئی۔ خوبصورت اور نفاست سے سجا بیڈ روم جو دیکھنے میں ہی اچھا لگتا تھا۔ خوبصورت کلر اسکیم اور عمدہ اور نفیس فرنیچر' مالک کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس نے بیڈ پر رکھے نرم نرم کمبل کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ اشمل کی مخصوص خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اس کا دل دھڑک اٹھا۔ اس نے کمبل تہ کر کے بیڈ کی پائنتی کی طرف رکھا۔ بیڈ شیٹ کی شکنیں درست کیں۔ فرنیچر کی ڈسٹنگ کر کے باہر آگئی۔ چھوٹا فلیٹ تھا جو آدھے گھنٹے میں صاف ہو جاتا تھا۔ فسطینہ سارا سارا دن جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں چکراتی پھرتی۔ نہ کرنے کو کوئی کام ہوتا اور نہ کوئی مصروفیت۔ دن گزارنا مشکل ہو جاتا۔

شام کو اشمل آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا جو اس نے فسطینہ کی طرف اچھال دیا۔ فسطینہ نے کھول کر دیکھا تو کھانا پکانے کی ترکیبوں پر مشتمل کتابوں کا ایک مکمل سیٹ تھا۔ اس نے بکس اپنے کمرے میں جا کر رکھ دیں اور اشمل کے لیے چائے بنانے لگی۔ چائے بنا کر وہ اشمل کے کمرے میں رکھ آئی' وہ شاید واش روم میں تھا۔

رات آٹھ بجے کے قریب وہ کی رنگ جھلاتا باہر کی طرف بڑھا۔ فسطینہ اس بے نیاز شخص کو دیکھ کر رہ گئی۔ یہ وہی شخص تھا جو اس کے گھر میں رہتا تھا تو اس کے لیے درخور اعتنا نہ تھا اور آج وہ ایک جابر شخص کا روپ دھار چکا تھا تو فسطینہ کے دل نے اس کی طلب شروع کر دی تھی۔ وہ اپنے دل کے اس انوکھے مطالبے پر حیران رہ گئی۔ وہ شخص اپنی تمام تر سخت مزاجی کے باوجود اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔ اور فسطینہ ملک بے بسی سے دل کی اس بے ایمانی کا تماشا دیکھتی رہ گئی۔

فسطینہ نے رات کو سونے سے قبل چاروں کتابیں کھولیں اور ان کا مطالعہ کرنے لگی۔ اس کا دل یہ عہد کر چکا تھا کہ اسے اشمل ملک کے لیے خود کو سراپا بدلنا ہے۔ اپنی غلطی کی تلافی کرنی ہے۔ اشمل کو زندگی کا ہر سکھ دینے کا تہیہ کر رہا تھا اس کا دل' سب سے پہلے تو اسے کھانا پکانے میں مہارت حاصل کرنی تھی۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہر کام مکمل توجہ اور محنت سے کرے گی۔ شاید اشمل ملک کو اس پر رحم آجائے اور اس کی زندگی آسان بن جائے۔ وہ دل میں ارادے باندھتی سونے کی تیاری کرنے لگی۔ پھر اشمل کو سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

☼ ☼ ☼



www.pkdigest.com

صبح وہ مقررہ وقت پر جاگ اٹھی۔ پہلے اس نے بیڈ ٹی بنا کر اشمل کے کمرے میں رکھی۔ پھر کچن میں آکر آٹا گوندھنے لگی۔ پہلے یہ سب کام اسے سزا کی طرح لگتے تھے، جبھی کوئی کام صحیح نہیں ہو پاتا تھا۔ مگر اب جب سے اس کے دل میں اشمل کے لیے نیا جذبہ پیدا ہوا تھا اس کے کام کرنے کا ڈھنگ بدل گیا تھا۔ اب اس کام میں جذبۂ دل کی صلاحیتیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ وہ ناشتا بنانا کافی حد تک سیکھ چکی تھی۔ اب اس کے بنائے ہوئے ناشتے سے اشمل ملک اٹھ کر باہر تو نہیں جاتا تھا، مگر منہ کے ہزار ہا زاویے بنا کر یوں ناشتا کرنا گویا اس پر احسان کر رہا ہو۔ فسطینہ کے لیے یہ بھی بہت تھا کہ وہ اس کا بنایا ہوا ناشتا کر تو لیتا تھا، چاہے منہ بنا کر ہی سہی۔

اشمل ملک اس کی ذات سے مکمل لاتعلق تھا۔ وہ اسے ایک نوکرانی سے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ اس نے آج تک فسطینہ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ آیا اس کے پاس پہننے کو کپڑے، جوتے ہیں یا نہیں۔ فسطینہ شادی کے چھ ماہ بعد تک بھی وہی چند جوڑے استعمال کر رہی تھی جو وہ اپنے گھر سے ہینڈ بیگ میں لے کر آئی تھی۔ اب تو ان کپڑوں کا رنگ بھی مدھم ہوتا جا رہا تھا۔ مگر نہ فسطینہ نے اشمل سے کچھ کہا اور نہ اشمل نے توجہ دی تھی۔ یہ شاید فسطینہ کے دل میں پیدا ہونے والے جذبۂ محبت کا کمال تھا کہ فسطینہ کئی کھانوں کو بہت اچھا پکانا سیکھ گئی تھی۔ اب اشمل اس کے بنائے ہوئے کھانوں میں شاذ و نادر ہی نقص نکالتا۔ فسطینہ خوش تھی۔ اسے لگتا تھا وہ اب اشمل کو جیت لے گی۔ کب تک اس سے یوں بے نیاز رہے گا۔ آخر ایک دن اس کی طرف پلٹ آئے گا اور اسے اسی دن کا انتظار تھا۔

☼ ☼ ☼

فسطینہ گہری نیند میں عجیب سے احساس سے بے دار ہوئی۔ دور کہیں موذن کی آواز آ رہی تھی۔ قریبی مسجد سے بھی اذان کی آواز آنا شروع ہوئی۔

فسطینہ خاموشی سے اذان سننے لگی۔ اذان کے الفاظ اس کے اندر عجب ہلچل مچا رہے تھے۔ آج سے پہلے اس نے کبھی اتنے غور سے اذان نہیں سنی تھی۔ موذن کی آواز اس کی سماعتوں کو جھنجوڑنے لگی۔ "الصلوۃ خیر من النوم" کی آواز اسے اندر سے بے دار کرنے لگی۔ وہ کئی ثانیے بستر پر کروٹیں بدلتی رہی۔ اس نے ٹائم دیکھا۔ اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر ایک آواز گویا اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ اس کے ذہن میں بار بار موذن کی آوز اگونج رہی تھی۔ "الصلوۃ خیر من النوم" اور یہ آواز اس کی سونے کی یہ کوشش کو ناکام بنا رہی تھی۔ وہ بے چین سی ہو کر اٹھ بیٹھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اپنے معبود کا خیال آیا۔

وہ اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ پھر اس نے وضو کیا۔ ہر چند کہ اسے وضو کرنے کا صحیح طریقہ بھول چکا تھا۔ جب وہ بارہ سال کی تھی تب تک بوا ماں کے ساتھ رہ کر وہ چند ایک نمازیں پڑھ لیتی تھی۔ مگر ان کے انتقال کے بعد اس نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ گھر بھر میں صرف اشمل ہی نماز، روزے کا پابند تھا۔ ورنہ باقی سارے تو بس نام کے مسلمان تھے۔ ایسے میں اس کے نماز، روزے کا خیال کس کو آتا تھا۔ وہ وضو کر کے جائے نماز کی تلاش میں نکلی۔ پھر اسے اشمل کی اسٹڈی سے جائے نماز مل گئی۔ اس نے وہیں بیٹھ کر نماز ادا کرنا شروع کی۔

ہر چند کہ اس نے بہت سالوں سے نماز نہیں پڑھی تھی۔ مگر یہ بھی شکر تھا کہ وہ نماز مکمل طور پر بھولی نہیں تھی۔ نماز پڑھ کر اس کے دل کو یک گونہ سکون محسوس ہوا۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا، بس آنسو تھے جو اس کی آنکھوں سے قطار در قطار نکل رہے تھے۔ اسے اپنی زندگی سے سخت کراہیت آ رہی تھی۔ کتنے سال اس نے غفلت میں گزارے تھے۔ نماز پڑھ کر وہ جائے نماز سے اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی آئی اور پھر بیٹھ کر درود شریف پڑھنے لگی۔ اس کام میں اسے عجیب سا لطف محسوس



ہو رہا تھا۔

اشمل کے لیے ناشتا بنانے اور اس کے آفس جانے کے بعد اس نے جلدی جلدی کام ختم کیا اور پھر وہ اشمل کی اسٹڈی روم میں آ گئی۔ وہاں بہت سی کتب پڑی تھیں۔ تاریخی، ادبی، انگریزی ادب، سائنس، کمپیوٹر سے متعلق بکس تھیں۔ ایک طرف ریک کی طرف وہ بڑھی تو وہاں ساری اسلامی کتب تھیں۔ اس نے یوں ہی ایک کتاب نکالی اور جوں جوں پڑھتی گئی اس پر فہم و ادراک کے نئے در وا ہوتے گئے۔ اسے اپنی گزشتہ زندگی سے ندامت محسوس ہونے لگی تھی۔ کتنے اندھیروں میں آج تلک اس نے زندگی بسر کی تھی۔ آج تک اسے کسی نے صحیح غلط کی پہچان نہیں کرائی تھی۔ جس سیٹ اپ سے اس کا تعلق تھا، وہاں بس اسٹیٹس ہی سب کچھ تھا۔ دولت ہی انسانوں کی پرکھ کا پیمانہ تھا۔ وہاں صحیح غلط کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے یہ تو اسے آج پتا چلا تھا۔ پردے کا کیا اہتمام تھا، اس سے بالکل نابلد تھی وہ۔ آج تک وہ لوگ فیشن کے نام پر جو لباس پہنتے آئے تھے وہ بے حیائی کے زمرے میں آتا تھا۔ فسطینہ ایک شاک کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔ دل و دماغ کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ بہت دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور جا کر کتاب اپنی جگہ پر رکھ دی تھی۔

اس کے پورے وجود پر ایک بے چینی سی طاری تھی۔ پھر عصر کی اذان ہوئی تو وہ وضو کر کے نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ جیسے جیسے نماز پڑھتی جا رہی تھی۔ وجود سے بے چینی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ اب تو فسطینہ نے نماز میں تسکین ڈھونڈ لی تھی۔ سچ ہے اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے دیتا ہے اور شاید نہیں بلکہ یقیناً فسطینہ پر اللہ نے اپنا فضل کر دیا تھا۔

اب دن اتنے بے کیف نہیں گزرتے تھے۔ کیونکہ اب دنوں کا صحیح مصرف مل گیا تھا۔ کام کاج سے فارغ ہو کر فسطینہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی یا کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کرتی۔ اشمل کو ہنوز اس کی ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

اشمل نے کبھی فسطینہ کے کمرے میں جھانک کر نہ دیکھا تھا کہ وہ اس ناکافی سامان کے ساتھ یہاں کیسے رہ رہی ہے۔ گرمیاں تو جیسے بھی تھیں گزر گئیں۔ مگر سردیاں بہت مشکل تھیں۔ بوسیدہ کمبل، شدید ترین سردی سے اس کے جسم کو بچانے میں بری طرح ناکام تھا۔ اس پر مستزاد چارپائی میں کسی قسم کی رضائی بھی نہ تھا۔ سردی سے اس کے دانت بجنے لگتے۔ کئی بار جی چاہا کہ اشمل سے کہہ کر کم از کم ایک رضائی کا انتظام کر والے، مگر خودداری نے گوارا نہیں کیا۔ یوں بھی وہ سمجھتی تھی کہ شاید اس طرح سے وہ اس غلطی کا کسی حد تک کفارہ ادا کر سکے۔ جس نے اشمل ملک کو ذہنی اذیت دی تھی۔

فسطینہ کو خود پر حیرت ہوتی کہ کیا میں وہی فسطینہ ہوں جو موسم کی ذرا سی سختی برداشت نہیں کر سکتی تھی اور اب کوئی بھی موسم ہو میں پروا نہیں کرتی۔ وہ اپنی پچھلی زندگی سے موازنہ کرنے لگتی تو باوجود اس کے کہ اس کی پہلی زندگی بے حد بے حساب آسائشات میں گزری تھی۔ مگر اسے پھر بھی یہ زندگی پیاری تھی کہ زندگی کی سختیوں نے اسے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ بتایا ہے۔ اگر وہ اسی سیٹ اپ میں جی رہی ہوتی تو شاید غفلت میں عمر تمام ہو جاتی۔ اب کم از کم اسے یہ احساس تو ہوا تھا نا کہ وہ مسلمان ہے اور بحیثیت مسلمان اپنے فرائض سے بھی آگاہ ہونے لگی تھی۔ تب ہی تو وہ موسم کی ان سختیوں کو صبر سے جھیل رہی تھی کہ اسے یقین تھا کہ حالات کبھی نہ کبھی ضرور بدلیں گے۔

☼ ☼ ☼

اشمل ملک نے داؤد انڈسٹریز میں اپنے شیئرز لگائے تھے۔ اس کا زیادہ وقت آفس میں گزرتا تھا۔ داؤد مصطفیٰ کی طرح دار حسین بیٹی ثنا داؤد اسے اسسٹ کرتی تھی۔ ثنا داؤد کو یہ گریس فل اور باوقار نوجوان



www.pkdigest.com

بے حد بھایا تھا۔ وہ حد سے زیادہ مارڈن اور آزاد خیال لڑکی تھی۔ کئی بار باتوں باتوں میں وہ اشمل پر اپنی پسندیدگی جتا چکی تھی۔ مگر دوسری طرف اشمل ملک تھا۔ جسے فسطینہ کی خوبصورتی نہیں پگھلا سکی تھی۔ اس پر ثنا داؤد کا جادو کیا چلتا۔

اس دن وہ اور ثنا داؤد ایک ڈیلی گیشن سے مل کر آرہے تھے۔ ڈیلی گیشن سے بات چیت کافی کامیاب رہی تھی یہ دونوں کی مشترکہ طور پر پہلی کامیابی تھی۔ اس لیے دونوں ہی بے حد خوش تھے۔

"اشمل میں بہت خوش ہوں۔ ریئلی اٹس اے گریٹ اچیومنٹ' پاپا بھی بہت خوش ہوں گے۔" ثنا جوش سے بولی۔ اشمل مسکرا دیا۔

"ہوں۔ یہ تو ہے۔" اس نے گاڑی کو ٹرن کرتے ہوئے کہا۔ ثنا اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"اشمل کبیر گروپ کی فائل آپ نے مجھے نہیں دی۔ میں آج اسٹڈی کرلیتی تو کل کی میٹنگ میں سہولت رہتی۔" ثنا کو یاد آیا تو کہہ بیٹھی۔

"اوہ شٹ۔ وہ فائل تو میں گھر چھوڑ آیا ہوں۔" اشمل نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" ثنا نے ہونٹ سکوڑے۔

"بٹ ڈونٹ وری۔ یوں بھی میرا گھر اسی روٹ پر ہے۔ آپ دس منٹ کے لیے وہاں چلیے' میں آپ کو فائل دے دوں گا۔" اشمل کا انداز سرسری تھا۔ ثنا نے سر ہلایا۔

"گڈ۔ اس طرح آپ کا گھر تو کم از کم دیکھ لوں گی۔ آپ نے تو انوائیٹ کرنا نہیں ہے۔" ثنا نے لطیف سا طنز کیا تو اشمل مسکرا دیا۔ دس منٹ بعد اس نے گاڑی اپنے اپارٹمنٹ کے پارکنگ میں گاڑی روکی۔

"چلیے جناب اتریے' ہمارے غریب خانے کو رونق بخشیے۔" اشمل مسکراتے ہوئے اترا۔ ثنا بھی گاڑی سے نیچے اتری۔ پھر اس کی معیت میں چلی آئی۔ اشمل نے دروازہ کھولا اور دونوں اندر چلے آئے۔ کچن سے کھڑپٹر کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا فسطینہ کچن میں تھی۔ ثنا کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اشمل کچن میں چلا آیا۔ فسطینہ نے اسے آتے دیکھا تو دھیرے سے سلام کیا۔ اشمل نے محض سر ہلایا۔

"ڈرائنگ روم میں میری گیسٹ آئی ہیں۔ اچھی سی چائے بنا کر لے آؤ۔" وہ حکم صادر کرتا چلا گیا۔ اس نے جلدی سے چائے کا پانی رکھا۔

"گھر تو بہت خوبصورت ہے۔" ثنا نے توصیفی انداز میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اشمل مسکرا دیا' کہا کچھ نہیں' پھر وہ پروجیکٹ کی فائل لینے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحوں میں فائل لے کر باہر آیا۔ اسی اثناء میں فسطینہ چائے بنا کر لے آئی تھی۔ ساتھ میں نمکو' شامی کباب اور پکوڑے بھی تھے۔ اس نے ڈرائنگ روم میں آکر ثنا کو دھیرے سے سلام کیا۔ ثنا نے سلام کا جواب تو دے دیا۔ مگر وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو شکل سے ملازمہ نہیں لگ رہی تھی۔ مگر جس کا لباس اور انداز اسے مالک بھی ظاہر نہیں کررہے تھے۔

"کون ہے یہ؟" آواز سرگوشی سے بلند نہ تھی۔ اشمل نے ایک طنزیہ نگاہ فسطینہ پر ڈالی جو ان دونوں سے لاتعلق چائے بنا رہی تھی۔

"ملازمہ ہے میری۔" وہ لاپروا انداز میں بولتا۔ فسطینہ کے دل میں تیر پیوست کرگیا۔

"ملازمہ۔" حیرانی بجا تھی۔

"ہاں بھئی ملازمہ ہے میری۔"

"اتنی خوبصورت ملازمہ۔ تنخواہ کتنی دیتے ہو۔" ثنا نے دلچسپی سے پوچھا۔ دونوں انگلش میں گفتگو کررہے تھے۔ مگر فسطینہ تو سب سمجھتی تھی۔

"تنخواہ بھی تو اسی حساب سے دیتا ہوں۔"

"مطلب۔"

"رات کے چند حسین پل۔" وہ اتنے حقیر انداز میں بولا کہ فسطینہ سے سر اٹھانا محال ہوگیا۔ حیرت زدہ تو ثنا بھی تھی۔

"اوہ۔ پھر تو یہ ملازمہ ہم سے اچھی ٹھہری۔ کم از کم اسے تمہاری قربت کے چند پل تو میسر ہوتے ہیں نا۔"



ثنا نے عجیب حسد بھرے' لہجے میں کہا۔ فسطینہ سے مزید وہاں ٹھہرا نہیں گیا اور وہ وہاں سے نکل آئی۔

"چھوڑو یار تمہارا اور اس کا کیا مقابلہ۔ تم چائے پیو۔" اشمل نے موضوع بدل دیا۔ یوں بھی ایسی باتوں سے اس کا مقصد فسطینہ کو اذیت دینا تھا۔ اور جب وہ وہاں سے چلی گئی تو پھر ایسی باتوں کا کوئی مطلب نہیں نکلتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد ثنا نے جانے کا قصد کیا تو اشمل بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ثنا اپنی گاڑی لے کر نہیں آئی تھی۔ لامحالہ اشمل کو ہی اسے گھر ڈراپ کرنے جانا تھا۔

☼ ☼ ☼

رات کے دس بجے تھے۔ اشمل اپنے بیڈ روم میں لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ فسطینہ اپنے کمرے میں عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی۔ اتنے میں کال بیل بجی۔ اشمل سوچتا ہوا باہر نکلا۔

"اس وقت کون ہوسکتا ہے؟" اس نے دروازہ کھولا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ باہر ظہیر ملک سر جھکائے کھڑے تھے۔ کچھ دیر تو وہ اپنی حیرت پر قابو پاتا رہا۔ پھر دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر چلا آیا۔ ظہیر ملک بھی شرمندہ شرمندہ سے اندر چلے آئے۔

"بیٹھیے پلیز۔" اشمل نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ انداز میں عجب بے گانگی تھی۔ ظہیر ملک تڑپ اٹھے۔

"اشمل اپنے انکل کو معاف نہیں کروگے۔" ظہیر ملک نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ اشمل ملک تڑپ کر آگے بڑھا۔ ظہیر ملک نے بانہیں وا کردیں اور وہ جو نہ جانے کب سے اس شفیق پناہ کے لیے ترس رہا تھا۔ ان کے گلے جا لگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے۔ اشمل نے کچھ دیر بعد انہیں صوفے پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں میں آبیٹھا۔

"اشمل میرے بچے۔ اپنے انکل کو صاف کردو۔ میری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ اندھا ہوگیا تھا میں۔" ظہیر ملک پھر رو پڑے۔

"نہیں' انکل مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں۔ آپ کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا جو آپ نے کیا۔ بس صرف اتنا بتادیں کہ میری بے گناہی کا یقین ہوگیا آپ کو۔" اشمل ان کی اچانک آمد کا معمہ حل کرنا چاہتا تھا۔

"فسی کی دوست آئی تھی نیلم۔ فسی کو شادی کی انویٹیشن دینے۔ تب اس نے ہی سارا واقعہ تمہاری آنٹی کو سنایا تھا کہ کس طرح اس کی دوست فائزہ نے اسے چیلنج کیا تھا اور بے وقوف فسطینہ اس کی باتوں میں آکر اتنی بڑی نادانی کر بیٹھی تھی۔ بس بیٹا تب سے تمہیں تلاش کررہا ہوں۔ بڑی مشکل سے تمہارے فلیٹ کا پتا کرپایا ہوں۔" ظہیر ملک نے ساری کتھا کہہ سنائی۔

فسطینہ جو باتوں کی آواز سن کر کمرے سے نکل آئی تھی۔ کھلے دروازے سے نظر آتے ظہیر ملک پر نظر پڑی تو حیرت سے گنگ رہ گئی۔ پھر دوڑ کر ان کی طرف بڑھ گئی۔

"ڈیڈ۔" بڑی تڑپ تھی اس کے لہجے میں۔ مگر ظہیر ملک نے اسے جھٹک کر منہ پھیر لیا۔ اشمل وہاں سے کھسک گیا۔

"ڈیڈ پلیز۔ یوں منہ نہ موڑیں۔ مرجائے گی آپ کی فسی۔" کیسی بے قراری تھی۔ ظہیر ملک نے دل پتھر کرلیا۔

"مرتو چکی ہو تم ہمارے لیے۔ جو بیٹیاں' ماں' باپ کا سر جھکا دیں۔ ان کا مرجانا ہی اچھا ہوتا ہے۔" وہ سخت لہجے میں بولے۔

"ڈیڈ پلیز معاف کردیں۔ ایک بار صرف ایک بار میری خطا بخش دیں۔ پلیز ڈیڈ۔" فسی نے ان کے پاؤں پکڑ لیے۔ ظہیر ملک بھی زیادہ دیر تک خود کو پتھر نہ بنا سکے۔ انہوں نے جھک کر فسطینہ کو اٹھایا اور فسطینہ ان کے سینے سے جا لگی۔

کتنے عرصے بعد یہ ٹھنڈی چھاؤں نصیب ہوئی تھی۔ وہ تڑپ تڑپ کر روئی۔ ظہیر ملک بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پاسکے۔ کافی دیر بعد انہوں نے



www.pkdigest.com

اسے الگ کیا اور اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا دیا۔ اتنی دیر میں اشمل ان کے لیے چائے بنا کر لے آیا۔ ظہیر ملک نے کپ تھام لیا۔ فسطینہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس شخص سے نظریں چار کرنے کے قابل تو وہ رہی نہیں تھی۔

"اشمل بیٹا چلو میں تم لوگوں کو لینے آیا ہوں۔" ظہیر ملک نے پاس بھرے انداز میں کہا تو اشمل چند ثانیے کو چپ رہ گیا۔

"انکل پلیز۔ میں اس لائف اسٹائل کا عادی ہو گیا ہوں۔ آپ پلیز مائنڈ مت کریں۔ مگر میں یہاں خوش ہوں۔ آپ سے ملنے آتا رہوں گا۔ البتہ اگر آپ چاہیں تو فسطینہ کو لے جا سکتے ہیں۔" اشمل کے انداز میں اس کی ذات کے لیے لاپروائی ہنوز تھی۔ فسطینہ کا دل ڈوب کر ابھرا۔

کیا واقعی وہ اپنی بات پر عمل کرے گا۔ اب جبکہ وہ بے گناہ ثابت ہو گیا تھا تو وہ فسطینہ کو چھوڑ دے گا۔ دوسری طرف فسطینہ کو اس ستم گر سے ایک پل کی جدائی گوارا نہ تھی۔ اسے تو اس کے ستم بھی کرم کی طرح عزیز تھے۔

"گویا تم نے ہمیں معاف نہیں کیا۔" ظہیر ملک مایوس سے ہو گئے۔

"نہیں انکل بخدا میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہیں ہے۔ مگر یہ میری خوشی ہے، پلیز انکل۔" اس نے ملتجی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔ جیسے تمہاری مرضی۔ مگر ملنے تو آتے رہو گے نا۔" انہوں نے اس سے پوچھا۔

"جی بالکل انکل ضرور آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، پھر مجھے اجازت۔ دونوں چلے آنا۔ تمہاری آنٹی بہت خوش ہوں گی۔" انہوں نے فسی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس نے اپنے آنسو بمشکل روکے۔ اشمل ملک دروازے تک انہیں چھوڑنے گیا۔ واپس آیا تو فسطینہ اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ وہ بھی اپنے کمرے میں آ گیا۔ دل میں ڈھیروں طمانیت پھیل گئی تھی۔ ایک بار پھر اس کی ذات معتبر ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

چند دن بعد ملک ہاؤس سے سب ملنے آئے۔ زندگی میں پہلی بار بیگم ظہیر نے اشمل کو گلے لگا کر پیار کیا تھا۔ پہلی بار انہوں نے اشمل کے لیے دل میں ممتا محسوس کی تھی۔ اشمل نے بھی کھلے دل سے سب کو معاف کر دیا تھا۔ ویسے بھی وہ سمجھتا تھا کہ اصل قصور صرف فسطینہ کا ہے۔ گھر والوں نے تو جو دیکھا تھا اسی پر یقین کرنا تھا۔

فسطینہ بھی بہت خوش تھی۔ اس نے اپنے بھائیوں اور مام سے معافی مانگ لی تھی اور سب نے ہی اسے معاف کر دیا تھا۔ مگر فسطینہ جانتی تھی کہ آج بھی ایک شخص ایسا ہے جس نے اسے معاف نہیں کیا اور وہ شخص ایسا تھا جس کی معافی ہی اس کے لیے سب کچھ تھی، مگر وہ معاف کرتا تب نا۔

بیگم ظہیر دونوں کے لیے بہت سے تحائف بھی لائی تھیں۔ اشمل نے سب کو کھانے پر روک لیا۔ اس نے سب کی خوب آؤ بھگت کی۔ فسطینہ نے گھر میں بھی کئی ڈشز بنائی تھیں اور اشمل بازار سے بھی کئی چیزیں لے آیا تھا۔ سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔ فسطینہ کے بنائے ہوئے کھانوں کی سب نے تعریف کی۔ بھائیوں نے تو خوب مذاق بنایا کہ وہ بھی کھانا پکانا سیکھ گئی۔ کھانے کے بعد سب نے جانے کی اجازت لی۔ جاتے سے بیگم ظہیر نے اشمل سے گھر آنے کے لیے کہا۔ مگر وہ سہولت سے ٹال گیا۔

☆ ☆ ☆

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ فسطینہ نے زندگی میں پہلی بار روزے رکھنے شروع کیے تھے۔ اگرچہ سارا دن وہ بھوک پیاس سے نڈھال ہو جاتی تھی۔ مگر پھر بھی اسے ایک عجیب سی راحت ملتی تھی۔ روزوں کی برکت تھی کہ آج کل اشمل بھی طنز و طعنے نہیں دیتا تھا۔ بلکہ آج کل کچھ چپ سا رہنے لگا تھا۔



فسطینہ کا زیادہ وقت اب عبادت و تلاوت میں گزر جاتا۔ زندگی کو جیسے ایک مقصد مل گیا تھا۔ ہر نماز میں وہ یہ دعا ضرور مانگتی کہ۔

"اے اللہ اشمل کے دل میں اس کے لیے جگہ پیدا کر دے۔ اس کے دل میں رحم ڈال دے کہ وہ اس کی خطا معاف کر دے۔ اے اللہ! اشمل کا دل میری طرف پھیر دے۔ جس طرح تو نے میرے دل میں اپنی محبت پیدا کی، جس طرح مجھے اندھیروں سے روشنی کی طرف گامزن کیا۔ جیسے میرے دل میں اپنی محبت پیدا کی۔ جیسے میری زندگی کو صحیح مقصد عطا کیا۔ جیسے میرے دل میں اشمل ملک کی محبت پیدا کی تو اے خالق دو جہاں! اسی طرح اس کے دل میں میری محبت پیدا کر دے۔ اس شخص کے دل سے میرے لیے نفرت ختم کر دے۔ اس کی نفرت مار ڈالے گی مجھے۔ میرے مالک میرے گناہ معاف فرما اور مجھ پر اپنے کرم کی بارش کر۔"

یہ اس کی مخصوص دعا تھی جو وہ ہر نماز کے بعد اپنے رب سے مانگتی اور وہ سوہنا رب تو ستار رحیم و کریم ہے کہ وہ تو اپنے نافرمان بندوں کی دعائیں بھی رد نہیں کرتا، پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک بندہ اپنی غلطیوں سے تائب ہو کر اس سے رجوع کرتا اور وہ اپنے در سے اسے مایوس کر دیتا۔

☆ ☆ ☆

اشمل لاؤنج میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ فسطینہ سامنے کچن میں سحری کی تیاری کر رہی تھی۔ اشمل بے خیالی میں اسے دیکھنے لگا۔ اشمل کو یہ فسطینہ اس بے باک فسطینہ سے بہت مختلف لگی۔ اس کے چہرے پہ عجب سا نور پھیلا ہوا تھا۔ وہ شاید ابھی ابھی نماز پڑھ کر آئی تھی۔ چہرہ دھلا دھلا اور نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ اس چہرے پر اشمل کو یہ دلکشی آج سے پہلے نظر نہیں آئی تھی۔ اس گھریلو حلیے میں وہ اس ماڈرن فسطینہ سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ بالوں کو سادہ سی چوٹی کی شکل دے رکھی تھی۔ جن سے چند شریر لٹیں بار بار باہر نکل کر شرارت پر آمادہ تھیں۔ جسے فسطینہ لاپروائی سے کان کے پیچھے اڑس دیتی۔ اشمل سحری میں قیمہ اور چپاتی کھاتا تھا۔ اس وقت بھی فسطینہ شاید قیمہ بھون رہی تھی۔

اشمل اخبار کی اوٹ سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ نہ جانے کیوں آج وہ اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی۔ اچانک وہ بلا ارادہ اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا کچن کے دروازے پہ آ رکا۔ فسطینہ جو اپنے کام میں منہمک تھی، آہٹ پہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو چونک اٹھی۔

"کچھ چاہیے آپ کو۔" نارمل انداز میں پوچھا۔

"ایک کپ چائے بنا دو۔" وہ کہہ کر پلٹ گیا۔ اب اپنے ہونے کا کچھ جواز بھی تو دینا تھا۔ فسطینہ نے جلدی سے دوسرے برنر پہ چائے رکھی۔ چائے بنا کر اس نے کپ میں ڈالی اور ٹرے میں رکھ کر اس کے پاس لے آئی۔ اشمل صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ فسطینہ نے ہولے سے کھنکار کر متوجہ کیا۔

"چائے لے لیں۔" اس نے ذرا سی آنکھیں کھولیں تو اس نے جلدی سے کہا۔ اشمل سیدھا ہو گیا اور کپ اس کے ہاتھ سے تھام لیا۔ کپ لیتے سے اس کی انگلیاں فسطینہ کے ہاتھوں سے ٹکرائیں اور کپ اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔ اشمل اس کی بوکھلاہٹ دبا گیا۔ اسے چائے دے کر وہ واپس کچن میں چلی گئی۔ قیمہ تیار ہو گیا تھا۔ اس نے برنر آف کیا اور قیمہ نیچے اتارا۔ پھر پراٹ میں آٹا نکال کر گوندھنے لگی۔ سحری کو تو اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ آٹا گوندھ کر روٹیاں بناتی، سو وہ آٹا رات کو گوندھ کر فریج میں رکھ لیتی تھی۔ کام ختم کر کے اس نے چیزیں اپنی جگہوں پر رکھیں۔ کپڑے سے کاؤنٹر صاف کیا اور باہر نکل آئی۔ اشمل ہنوز وہیں بیٹھا تھا۔ فسطینہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ بھی بوجھل دل لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆



www.pkdigest.com

بیگم نائلہ ظہیر اس دن اچانک عصر کے وقت آگئیں۔ فسطینہ تلاوت کررہی تھی۔ ان کی آمد پر آیت مکمل کرکے قرآن پاک جزدان میں لپیٹا اور احترام سے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور پھر آکر ان سے ملنے لگی۔

"السلام علیکم ماما۔ بڑے دنوں بعد آئیں۔" وہ ماں کے گلے لگ کر شکوہ کیے بنا رہ نہ پائی۔

"بس فسی جان کیا بتاؤں۔ مصروفیت ہی اتنی رہی تم ہی آجاتیں۔ تم تو ایک بار بھی نہیں آئیں۔" انہوں نے بھی جواباً گلہ کیا۔

"رمضان میں کہیں جانے کو دل نہیں کرتا ماما۔" وہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"فسی تم اپنا خیال نہیں رکھتیں۔ دیکھو تو کتنی کمزور ہوگئی ہو۔" انہوں نے اس کے کمزور سراپے کو تشویش کی نظر سے دیکھا۔

"ارے نہیں ماما ہٹی کٹی ہوں آپ کو وہم ہو رہا ہے۔" وہ ہنس کر ٹال گئی۔ عصر کی نماز پڑھ کر اشمل واپس آیا تو ڈرائنگ روم سے ان کی باتوں کی آواز سن کر باہر ہی ٹھہر گیا۔

"فسی بیٹا۔ یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کپڑے دیکھو اپنے پتا نہیں کب کے ہیں رنگ بھی اڑ چکے ہیں۔ اور رنگت دیکھو کیسی زرد ہو رہی ہے۔ اپنی اسکن کا بھی تم خیال نہیں رکھتیں۔ دیکھو تو کتنی رف ہوگئی ہے۔ یہ دیکھو میں تمہارے لیے چند سوٹ لے کر آئی ہوں۔ کل پرسوں آؤں گی تو تمہارے لیے پارلر سے ٹائم لے لوں گی۔ ذرا بھی اپنی کیئر نہیں کررہی ہو تم۔" نائلہ بیگم نے اسے ڈپٹا۔ اشمل جو انہیں سلام کرنے اندر آرہا تھا۔ لب بھینچ کر باہر ہی رک گیا۔

"نہیں ماما آپ پلیز ایسی زحمت مت کریں۔ میں کسی پارلر وغیرہ نہیں جاؤں گی۔ ٹھیک ہی ہوں میں۔ پھر رمضان کے بابرکت مہینے میں تو ایسی فضول جگہوں پر جانے کا میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ پلیز ماما آپ مائنڈ مت کریں۔ آپ کی بیٹی واقعی بدل گئی ہے۔ اسے ان تمام فضول کاموں سے نفرت ہوگئی ہے۔ آپ کی بیٹی نے زندگی کا اصل راز پالیا ہے۔ اور وہ اس زندگی سے بہت خوش ہے۔ اور ماما آپ میرے لیے یہ کپڑے لے کر آئی ہیں۔" فسطینہ نے ان کے لائے سوٹ نکال کر رکھ کے کہا۔ جو باف سلیوز والے تھے۔ گہرے گلے اور ناکافی قمیص۔ اسے شرم ہی تو آگئی۔

"مانتی ہوں اس قسم کے لباس میں پہنتی رہی ہوں۔ مگر تب جب بے خبر تھی۔ اب ان کو پہننا تو دور کی بات میں انہیں دیکھنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔ میں راہ سے بھٹکی ہوئی تھی تو قصور میرا بھی شاید اتنا نہیں تھا۔ مجھے غلط صحیح کی پہچان کسی نے کروائی ہی نہیں تھی۔ یہ سوٹ جس سے آدھا جسم نظر آتا ہے۔ نہیں یہ میں نہیں پہن سکتی۔ آپ کو پتا ہے ماما میں نے ایک حدیث پڑھی تھی' جس کا متن یہ تھا کہ جو عورتیں لباس پہن کر بھی بے لباس نظر آئیں وہ لعنتی ہیں' جہنمی ہیں' اور آپ جانتی ہیں ماما وہ عورتیں کون سی ہیں۔ وہ ہم جیسی نام نہاد مسلمان عورتیں ہیں۔ جو فیشن کے نام پر آدھا ادھورا لباس پہن کر خود کو ماڈرن سمجھتی ہیں۔ جو پردے کے مفہوم سے ناآشنا ہوتی ہیں۔ جو اپنے مذہب سے انجان ہوتی ہیں۔

ماما اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے بروقت ہدایت دی۔ میں اپنی زندگی میں بہت خوش ہوں۔ مر کر بھی وہ پرانی فسطینہ بننا گوارا نہیں کروں گی۔ اپنی زندگی کے وہ بیس سال تو مجھے زندگی کے بدترین سال لگتے ہیں۔ میں کبھی بھی ان دنوں میں واپس جانا نہیں چاہوں گی۔ میرا لباس آپ کو پرانا اور بدرنگ لگ رہا ہے۔ مگر میرے لیے آپ کے لائے ہوئے ان بیش قیمت سوٹوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ کم از کم میرے جسم کو ڈھانپے ہوئے ہے نا۔" فسطینہ روانی سے بولتی تھک سی گئی۔ بیگم ظہیر حیرت اور شرمندگی سے اپنی بیٹی کی باتوں کو سن رہی تھیں' جس نے آج انہیں آئینہ دکھادیا تھا۔ حیرت سے گنگ تو اشمل بھی تھا۔ یہ سب کچھ جو اس کے کانوں نے سنا کیا یہ سب فسطینہ نے کہا یا وہ سننے میں غلطی کر گیا ہے۔ اس کے بدلے ہوئے انداز تو وہ کافی عرصے سے نوٹ کر رہا تھا۔ مگر وہ اتنا بدل چکی ہوگی اس کا اندازہ نہیں تھا اسے۔ اس کے خیالات جان کر اسے دلی خوشی ہوئی۔

"فسی سوری بیٹا۔ میں کتنی غلط تھی۔ مائیں تو بیٹیوں کو اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہیں۔ اور میں کتنی ناعاقبت اندیش ہوں جو یہ سب نہ خود سمجھ سکی نہ اپنی بیٹی کو سمجھا سکی۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"اٹس اوکے ماما۔" فسطینہ نے ہاتھ تھپکے۔

"فسی بیٹا۔ اشمل کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ۔ اور تم نے بھی تو اسے پسند نہیں کیا تھا۔ تو اب تم' میرا مطلب ہے۔" بیگم نائلہ ظہیر سے بات نہ بن پائی۔

"یہ صحیح ہے ماما کہ اس وقت میں اشمل کو پسند نہیں کرتی تھی۔ مگر اب یہ بھی سچ ہے کہ اگر اس کی زندگی سے نکل گئی تو مر جاؤں گی۔" جھکی نظروں سے اعتراف کرتی وہ اشمل ملک کے دل میں اتر گئی۔ یہی تو وہ پھانس تھی جو اسے فسطینہ کی طرف بڑھنے نہیں دے رہی تھی اور اب وہ بھی نکل گئی تھی۔

"ماما آپ آج ہمارے ساتھ افطار کریں گی نا۔" اس نے یکدم موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا۔ میں اب چلوں گی۔ تمہارے ڈیڈ کے آنے کا وقت ہوگیا ہے۔" وہ اپنی بیٹی سے نظریں چراتے ہوئے بولیں۔ اشمل یکدم باہر نکل گیا۔ پھر نائلہ فسطینہ کو پیار کرکے چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

اشمل بیڈ پر لیٹا تو فسطینہ کی ساری باتیں ایک ایک کرکے اسے یاد آتی چلی گئیں۔ ساتھ ہی اپنی کوتاہیوں کا بھی احساس ہونے لگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر اسے اپنے نکاح میں لے کر آیا تھا اور اس کے بعد اس نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ایک دن بھی اس کے حقوق پورے نہیں کیے۔ نہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھا' نہ پہننے اوڑھنے کا۔ اسے رہنے کے لیے ایسا کمرہ دیا جو ہرگز رہنے کے قابل نہ تھا۔ گرمیوں میں خود اے سی کی ٹھنڈک میں پرسکون نیند کے مزے لیتا اور وہ گرمی کی شدت کو برداشت کرتی رہتی۔ سردیوں میں خود ہیٹر آن کرکے گرم بستر میں دبک جاتا اور وہ اس کے پاس تو ڈھنگ کا بستر بھی نہ تھا۔ اشمل آج اپنی اور اس کی زندگی کا موازنہ کر رہا تھا۔

"کیا اللہ میری کوتاہیوں کے لیے مجھے معاف کردے گا۔" وہ سوچ کر لرز اٹھا۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ یاد آگیا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ "تم پر تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرو۔" اور اس نے کیا کیا۔ اس نے اس کی غلطی کی سزا اسے اس طرح دی کہ اس کی ذات سے مکمل طور پر غافل ہوگیا۔

"میں اتنا کم ظرف ہوگیا تھا کہ اس کی ایک خطا معاف نہیں کرپایا۔ اب اپنی اتنی ساری کوتاہیوں کی معافی اللہ سے کیسے مانگوں گا۔" وہ بے قرار ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ فسطینہ کے کمرے میں جانے کا حوصلہ خود میں نہیں پا رہا تھا۔

"میں معافی مانگ لوں گا فسطینہ سے۔ جب وہ معاف کردے گی تو یقیناً" اللہ بھی معاف کردے گا۔ میں پچھلے ڈیڑھ سال کی زیادتیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کروں گا۔" وہ خود سے عہد باندھ رہا تھا۔ پھر وضو کرنے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ عصر پڑھنے جا رہا تھا۔ فسطینہ کچن سے باہر آئی تو ہاتھ میں ایک لسٹ پکڑ رکھی تھی۔

"سنیے یہ چیزیں اپنے ساتھ لیتے آئیے گا۔" اس نے دھیرے سے لسٹ اشمل کی طرف بڑھائی۔ اشمل نے ہاتھ بڑھا کر لے لی۔

"کیا ہے یہ؟" اس نے لسٹ پر سرسری نظر ڈالی۔

"عید کے پکوان ہیں۔ آپ ساری چیزیں لے آئیں' تاکہ میں وقت پر بنالوں' کیا پتا کل عید ہوجائے۔ آج انتیسواں روزہ ہے۔"

"او ہاں۔" اشمل نے لسٹ لے لی۔

"او کے واپسی پر لیتا آؤں گا۔" وہ جلدی میں تھا۔



www.pkdigest.com

عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ آدھا گھنٹہ بعد واپس آیا تو ہاتھ میں شاپر پکڑے ہوئے تھے۔ ساری چیزیں لا کر کچن میں رکھ دیں۔ فسطینہ کچن میں نہیں تھی۔ شاید نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا اور پھر پانچ منٹ بعد گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر چلا گیا۔

فسطینہ نماز پڑھ کر آئی تو کچن میں ساری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے شاپر کھول کر چیک کیے۔ ساری چیزیں موجود تھیں۔ اس نے شیر خرما کے لیے سامان منگوایا تھا۔ سوچا تھا اگر چاند نکل آیا تو رات کو ساری چیزیں بنا کر فریج میں رکھ دوں گی۔ ساری چیزیں سائیڈ پر رکھ کر وہ افطاری کی تیاری کرنے لگی۔

افطاری کا وقت قریب تھا۔ اشعل ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس وقت تو وہ عموماً گھر پر ہوتا تھا۔ اسے فکر ہونے لگی۔ نظریں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ جاتیں۔ آخر افطاری سے پانچ منٹ پہلے وہ چلا آیا۔ ہاتھوں میں تین چار شاپنگ بیگز تھے۔ شاید کچھ خریداری کرکے آیا تھا۔ وہ سارے شاپرز اپنے کمرے میں لے گیا۔ دو منٹ بعد باہر آیا تو اذان ہونے لگی تھی۔ اشعل نے روزہ افطار کیا۔ اشعل ڈائننگ روم میں روزہ افطار کرتا تھا۔ جبکہ فسطینہ کچن میں۔ اشعل نے کبھی اسے اپنے ساتھ کھانے کے لیے کہا نہیں تھا۔ اور فسطینہ خود سے یہ جرأت کر نہیں سکتی تھی۔ پہلی بار اشعل کو اپنے اس طرز عمل پر ندامت محسوس ہوئی۔

☼ ☼ ☼

رویت ہلال کمیٹی حسب معمول چاند دیکھنے میں ناکام تھی اور یوں عید اگلے دن تھی۔ فسطینہ آج صبح سے ہی کام میں لگی ہوئی تھی۔ پہلے پورے گھر کو ازسرنو صاف کیا۔ پھر افطاری بھی وقت سے پہلے تیار کرلی۔ فارغ ہو کر شیر خرما تیار کرنے لگی۔ چاٹ بھی اس نے پہلے سے بنا کر فریج میں رکھ دی۔ پھر شیر خرما کے لیے ڈرائی فروٹس کاٹنے لگی۔ ساری چیزیں ریڈی کرکے اس نے سائیڈ پر رکھ دیں۔ باقی کام افطاری کے بعد کرنا تھا۔

رات گیارہ بجے فارغ ہوئی تو کچن صاف کرکے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ ابھی اس نے عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ اشعل باہر چلا گیا تھا۔

نماز پڑھ کر وہ جائے نماز پر بیٹھی رہی اور پھر اپنے رب سے کلام کرتے کرتے کب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوئی اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ وہ باقاعدہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور پھر اس نے اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔ رو، رو کر اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگی۔

اشعل گھر لوٹا تو یہ عہد کرتا ہوا آیا تھا کہ آج وہ فسطینہ کو منالے گا۔ کل عید کا دن تھا اور وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی دل سے عید منائے اور وہ خود بھی تو عید بھرپور طریقے سے منانا چاہتا تھا۔ اس کے قدم بے اختیار فسطینہ کے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ مگر کمرے کے دروازے کے بیچوں بیچ اب وہ حیرت زدہ سا کھڑا تھا۔ فسطینہ سجدے میں گری اپنے رب سے مناجات میں مصروف تھی۔ وہ کچھ دیر کھڑا اسے تکتا رہا۔ پھر بے اختیار اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھ کر اس کے وجود کو بازوؤں کے حلقے میں لے کر اٹھایا۔ فسطینہ نے سر اٹھا کر حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو رہی تھیں اور آنسو قطار در قطار بہے چلے جارہے تھے۔ اشعل نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو اپنی پوروں پر چنے اور کچھ کہے بغیر اسے اٹھایا اور اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ فسطینہ کو حیرت کے مارے کچھ بول ہی نہ سکی اور بغیر کسی مزاحمت کے اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

اشعل نے اسے اپنے بیڈ پر نرمی سے بٹھایا اور خود اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے اپنے بازو کے حصار میں کرلیا۔ فسطینہ کی سمجھ میں یہ ساری مسٹری نہیں آرہی تھی کہ یکایک اشعل کو ہوا کیا۔

"فسی آئی ایم سوری۔ سوری فار مائی روڈلی بیہیویئر سوری فار ایوری تھنگ۔" وہ نادم نادم لہجے میں بولتا



اسے حیران کرگیا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں یہ ایک لفظ سوری ان تمام زیادتیوں کا ازالہ نہیں کرسکتا۔ فسی تمہارے پچھلے اذیت بھرے دنوں کا ازالہ یہ ایک لفظ بن بھی نہیں سکتا۔ بہت ہرٹ کیا ہے میں نے تمہیں۔ بہت دکھ دیے ہیں۔ بہت ستایا ہے تمہیں۔ سمجھتا تھا میں صحیح ہوں اور جو کچھ کررہا ہوں وہ صحیح ہے۔ مگر نہیں فسی میں صحیح نہیں تھا۔ تم نے جو کچھ کیا وہ بے شک غلط تھا۔ مگر جو میں نے کیا وہ ظلم تھا۔ غلطی کی معافی تو ہوسکتی ہے۔ مگر ظلم کی نہیں۔ میں تمہیں اپنے نکاح میں لا کر بھول گیا۔ آج تک تمہاری ضروریات سے منہ موڑے رہا۔ حالانکہ تم نے ہر طرح سے میرا خیال رکھا۔ میری پسند میں خود کو ڈھال لیا۔ مگر میری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی رہی۔

فسی آج میں نے وہ پٹی اتار پھینکی ہے۔ میں نے اپنی تمام نام نہاد انا کو ختم کردیا ہے۔ میں پورے دل سے تمہاری طرف آیا ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولتا چلا گیا۔ فسی تو کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت۔

"فسی کیا تم مجھے معاف کردو گی۔" اشعل کی بات نے فسطینہ کو تڑپا دیا۔

"اشعل پلیز۔ مجھے گناہ گار مت کریں۔ مجھے اعتراف کرنے دیں کہ میں نے ہی آپ کی زندگی کو جہنم بنایا تھا۔ میں نے آپ کو آپ کے پیارے انکل کی نظر میں ذلیل کیا تھا۔ میں تو خود آپ سے معافی مانگنے کے قابل نہیں ہوں اور آپ مجھے مزید شرمسار کررہے ہیں۔" فسطینہ رو پڑی۔ اشعل مسکرا دیا۔

"بس پھر تو حساب برابر۔" اشعل نے کہا تو فسطینہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی۔

"میں نے تمہیں معاف اور تم مجھے معاف کردو۔

www.pkdigest.com

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

| | | |
|---|---|---|
| ستاروں کا آنگن، | نسیم سحر قریشی | قیمت: 400 روپے |
| وردکی منزل، | رضیہ جمیل | قیمت: 180 روپے |
| اے وقت گواہی دے، | راحت جبیں | قیمت: 350 روپے |
| تیرے نام کی شہرت، | شازیہ چودھری | قیمت: 200 روپے |
| امربیل، | عمیرہ احمد | قیمت: 450 روپے |

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
شائع ہو گئی ہیں

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔اردو بازار، کراچی۔فون: 2216361

حساب برابر ہو جائے گا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر قدرے شوخ لہجے میں بولا تو فسطینہ جھینپ گئی۔ ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑانے لگی۔ مگر وہ ہاتھ تو کیا چھوڑتا اسے ہی اپنی گرفت میں لے لیا۔

"اوں ہوں۔ بہت رو لیے الگ الگ اب اور نہیں۔" اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے سرگوشی کی۔ فسطینہ کے رگ رگ میں خوشی کی لہر دوڑنے لگی۔ کچھ دیر بعد اسے خود سے الگ کیا اور اٹھ کر الماری کی طرف بڑھا۔ پھر چند پیکٹ اٹھا کر اس کی طرف پلٹا۔ پیکٹ اس کی گود میں رکھے۔ فسطینہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یہ تمہارا عروسی لباس ہے۔ ابھی اٹھو اور فٹافٹ چینج کر کے آؤ۔ ساتھ میں یہ زیورات بھی پہن لو۔ اور ہاں میک اپ بھی خود ہی کر لو۔ کیونکہ پارلر جیسی فضول جگہ تو تم جاؤ گی نہیں۔" اشمل نے شریر لہجے میں کہا تو فسطینہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اشمل انجان بن گیا۔

"مم۔۔۔ میں یہ سب کروں گی۔" وہ ہکلائی۔

"ہاں بھئی۔ میں وہ بے چارا دولہا ہوں جس نے اپنی بیوی کو دلہن کے روپ میں نہیں دیکھا اور ہرگز یہ حسرت دل میں رکھنے کا ارادہ نہیں ہے۔ چلو اٹھو فورا" تیار ہو کر آؤ۔" اس نے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا۔ ناچار فسطینہ کو اس کے حکم کی پیروی کرنی پڑی۔

آدھا گھنٹہ بعد وہ جھجکتی ہوئی ڈریسنگ روم سے باہر آئی۔ اشمل نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ خوبصورت تو وہ تھی۔ مگر آج سے پہلے کبھی اتنی خوبصورت لگی نہ تھی۔ آج اس کے چہرے پر جو معصومیت اور پاکیزگی تھی وہ پہلے کبھی نہیں تھی اور یہ اس کے چہرے کا اجلا پن تھا جس نے آج اسے حسین ترین بنا دیا تھا۔ اشمل ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ کے پاس لے آیا۔

اشمل نے دراز سے دو پیکٹ نکالے۔ ایک میں سے گولڈ کے کنگن نکالے اور اس کے خوبصورت ہاتھوں میں پہنا دیے اور دوسرا پیکٹ کھولا تو اس میں رنگ برنگی کانچ کی چوڑیاں تھیں۔ اس نے فسطینہ کا ہاتھ تھام کر بڑے پیار سے اس کی کلائی میں چوڑیاں چڑھائیں۔

"مجھے ان کا شور بہت پسند ہے۔" چوڑیوں کو انگلی سے چھیڑتے ہوئے سرگوشی کی' فسطینہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اشمل کا یہ روپ کب دیکھا تھا اس نے۔

"فسی میں تم سے نفرت کبھی نہیں کرتا تھا۔ ہاں البتہ تمہارا انداز مجھے بہت ناگوار گزرتا تھا۔ تم میرے انکل کی بیٹی تھیں _____ مجھے لڑکیوں میں بے حیائی دیکھ کر دکھ ہوتا تھا۔ میں تمہاری آزاد روش سے نفرت کرتا تھا' تم سے نہیں' پھر حالات یوں ہو گئے کہ میں تم سے متنفر ہوتا چلا گیا۔ جب تم میری زندگی میں شامل ہوئیں تو میں تم سے مکمل بدظن ہو چکا تھا۔" وہ فسطینہ کو پہلو میں لٹائے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دھیرے دھیرے کہنے لگا۔

"میرے اندر کا متنفر تم پر آہستہ آہستہ نکلنے لگا۔ میں تمہیں زچ کر کے خوش ہوتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ تم نے خود کو بدلنا شروع کیا۔ تم نے ہر وہ کام سیکھ لیا جو میں اپنی بیوی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس دن جب تم آنٹی سے باتیں کر رہی تھیں میں نے تمہاری باتیں اتفاقا" سن لی تھیں اور اس دن مجھے تم پہ فخر محسوس ہوا۔ میں اپنی شریک حیات کو ایسے ہی تو دیکھنا چاہتا تھا۔

ایک مکمل مسلمان عورت جو میرے گھر اور میری نسل کو سنوار دے۔" اس نے فسطینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فسطینہ کے دل میں طمانیت اتر گئی۔ آج وہ معتبر ہو گئی تھی۔

"میں مانتا ہوں کہ میرا طرز عمل بھی صحیح نہیں تھا۔ مگر فسی اب میں چاہتا ہوں کہ بجائے پچھلی غلطیاں دہرانے کے ہم اپنی آئندہ زندگی سنواریں۔ جو گھر' جو زندگی میرا خواب تھا وہ پورا ہو گیا۔ جس قسم کی بیوی کی خواہش میں رکھتا تھا تم بالکل ویسی بن چکی ہو۔ میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ اتنی خطاؤں کے باوجود اس نے مجھے _____ نوازا دیا۔" وہ نم لہجے میں بولا۔

فسطینہ چپ چاپ اسے سن رہی تھی۔ یہ سب سننا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"میں خود ہی بولے جا رہا ہوں۔ تم بالکل خاموش ہو۔ کچھ تم بھی اپنی پسند ناپسند بتاؤ۔ کیا میں تمہیں پسند ہوں۔" اشمل نے یکدم رخ اس کی طرف کیا۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔

"بولو فسی۔ کیا تم میرے ساتھ خوش ہو۔" اشمل نے اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے کہا۔ فسطینہ کے پاس تو لگتا تھا لفظ ختم ہو گئے ہیں۔ اس نے اپنے گال پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور پھر اس کا ہاتھ ہولے سے اپنے لبوں سے لگا لیا۔

"میں خوش نہ ہوتی اشمل تو یوں خود کو چینج بھی نہ کرتی۔" دھیرے سے بولتی اشمل کو نہال کر گئی۔

"تھینکس فسی۔" وہ اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔ فسطینہ نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ ایک عمر کی آبلہ پائی کو قرار آنے لگا تھا۔

"اور سنو کل اچھی طرح سے تیار ہونا۔ میں اپنی عید پہلی بار اپنی سسرال میں منانا چاہتا ہوں۔" اشمل نے سرگوشی کی تو فسطینہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا تم چلو گی میرے ساتھ۔" دھیرے سے اس کے بالوں کی لٹ کھینچتے ہوئے بولا۔ فسطینہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تھینکس اشمل۔ آپ بہت اچھے ہیں۔"

"مائی گاڈ۔ تم بھی ننانوے فیصد عورتوں کی طرح نکلیں۔" وہ مصنوعی آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب۔" وہ حیران ہوئی۔

"اتنی دیر سے میں تمہاری تعریف کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیا سچ جھوٹ بول رہا تھا اور تم خاموش تھیں۔ اب جب میکے جانے کا کہا تو میں ایک دم سے اچھا ہو گیا۔" وہ شرارت سے بولا۔ فسطینہ بری طرح جھینپ گئی۔

"جی نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"تو پھر کیا مطلب تھا تمہارا۔" وہ یک دم انداز بدل کر بولا۔

"کچھ نہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ صبح جلدی اٹھنا ہو گا۔" وہ گھبراہٹ میں بول گئی۔ اشمل ہنس دیا۔

"کوئی نہیں۔ نیند کا نام نہیں لینا۔ آج کی رات میری چاند رات ہے' لہٰذا آج تو میرا پروگرام رت جگے کا ہے اور ظاہر ہے تم میرا ساتھ دو گی۔" وہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے ہوئے بولا اور فسطینہ کوئی راہ فرار نہ پا کر پسپا ہو گئی۔ رات دھیرے دھیرے بیت کر عید کی نوید لانے والی تھی۔ مگر فسطینہ کی زندگی میں عید آ چکی تھی۔ وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی۔ جس نے اسے رمضان کے روزوں کا بہترین انعام عطا کیا تھا۔

☆ ☆


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

☆ ستاروں کا آنگن، نسیم سحر قریشی قیمت: 400 روپے

☆ درد کی منزل، رضیہ جمیل قیمت: 180 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 2216361